احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۶

ماہ فروری ۱۹۹۵ء



شاہ سید محمد نور بخشؒ کے آستانہ مبارک کا اندرونی منظر

علی احمد قمرؔ
ژہلتر دو گو نما

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

فخرِ دو عالم نجاتِ نوعِ انساں آپؐ ہیں
جو نہیں ممکن اُسی کی وجہِ امکاں آپؐ ہیں

ہیں بنائے دینِ حق تکمیلِ ایماں آپؐ ہیں
حق تو یہ ہے حاصلِ تفسیرِ قرآں آپؐ ہیں

بزمِ دو عالم میں شمعِ رُشد بن کر آئے ہیں
آپ ہر مشکل کا حل ہر دُکھ کا درماں آپؐ ہیں

چاند سورج کہکشاں میں آپ کا عکسِ جمیل
اور کیا کہیئے کہ عکسِ حسنِ یزداں آپؐ ہیں

محفلِ دُنیا و دیں کی رونقیں ہیں آپؐ سے
داستانِ بزمِ دو عالم کا عنواں آپؐ ہیں

نورِ حق سر چشمۂ رحمت مجسّم روشنی
وجہِ تسکینِ نظر ہیں راحتِ جاں آپؐ ہیں

آپؐ کے لُطف و کرم سے ہے قمرؔ کی زندگی
حشر کے دن بھی مری بخشش کا ساماں آپؐ ہیں

احیائے تصوف کا علمبردار

ماہنامہ نوائے صوفیہ

اسلام آباد

شمارہ نمبر ۶ — قیمت ۱۰ روپے — ماہ فروری ۱۹۹۵ء

مدیر و ناشر

ابوالعرفان علامہ محمد بشیر

فہرست مضامین

ایڈیٹر اینڈ پبلشر: محمد بشیر نے پرنٹ شاپ 99 ۔ 6 ویسٹ بلیو ایریا اسلام آباد سے چھپوا کر A ۔ 358 ، سیکٹر 1 ، G-6/1 اسلام آباد سے شائع کیا۔

(گزشتہ سے پیوستہ)
قرآن مجید

قرآن مجید

مالک یوم الدین کا ترجمہ و تشریح

مولوی عبدالحمید

گزشتہ مضمون میں رب العالمین کے مطالب بیان ہوئے تھے۔ الرحمن الرحیم پر بسم اللہ کی تشریح کرتے ہوئے تفصیلی بحث ہوئی تھی۔ اب مالک یوم الدین کا ترجمہ اور معانی مطالب پیش خدمت ہیں۔

مالک یوم الدین کا لفظی ترجمہ (اللہ) مالک ہے انصاف (جزا/بدلے) کے دن کا۔

سابقہ آیات کے ساتھ اس کا تعلق

سابقہ دو آیتوں میں اللہ کی ربوبیت اور رحمت کا ذکر ہوا۔ جس سے سننے والے کے دل میں امید کا دریا موجیں مارنے لگا۔ اب ضرورت تھی کہ اس کے دل میں رب کا خوف پیدا کیا جائے کیونکہ نبی اکرم کا فرمان ہے (الایمان بین الخوف والرجاء) ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے لہذا اس آیت میں اللہ کی مالکیت۔ غلبے اور قدرت کا ذکر فرمایا۔ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ دنیا میں جو بھی گناہ کرلو کوئی سزا نہیں ملے گی کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سولی پر چڑھکر ان کے تمام گناہوں کا کفارہ ادا کردیا ہے (معاذاللہ) انہیں رحمت پر یقین ہوگیا اور غضب سے بے نیاز ہوکر گناہ پر دلیر ہوگئے۔ آریوں کا عقیدہ ہے کہ کسی گناہ کی معافی ہو سکتی ہی نہیں اس کی سزا ضرور بھگتنی پڑے گی۔ یہ رحمت سے مایوس ہوکر گناہ پر دلیر ہوگئے کیونکہ ناامیدی بھی گناہ پر دلیر کرتی ہے انسان گناہ سے اسی وقت بچ سکتا ہے جب اس کو اپنے مولیٰ کے غضب اور ناراضگی کا ڈر اور رحمت کی امید ہو اس لئے رحمت کے ذکر کے بعد جباری کا ذکر فرمایا۔

دوسرا تعلق یہ ہے کہ بعض لوگ جزا کی امید پر عبادت کرتے ہیں ان کے لئے پہلی آیتیں اور بعض لوگ سزا کے خوف سے عبادت کرتے ہیں ان کے لئے یہ آیت ہے۔

الفاظ کی تشریح

لفظ مالک کئی قراتوں سے پڑھا گیا ہے۔ امام عاصم کسائی اور یعقوب کی قرات میں مالک آیا ہے اور دیگر قاریوں نے ملک پڑھا ہے۔

ملک کا معنی بادشاہ اور مالک کا معنی مالک۔ دونوں کا مادہ ملک ہے جس کا معنی تعلق مضبوطی اور قوت ہے۔ بادشاہ کو ملک اور مالک کو مالک اس لئے کہتے ہیں کہ اس کو اپنے مملوک، رعیت سے تعلق بھی ہوتا ہے۔ اس پر قدرت بھی ہوتی ہے اور مضبوطی سے اس پر قابض بھی ہوتا ہے ملک پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ بادشاہ کا درجہ عام مالکوں سے زیادہ ہوتا ہے لہذا ملک پڑھنا بہتر ہے جبکہ مالک پڑھنے والے قراء نو وجہوں سے مالک پڑھنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ جن میں سے تین درج ذیل ہیں۔

۱۔ مالک میں چار حروف ہیں اور ملک میں تین حرف اور قرآن پاک کے ایک حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں لہذا مالک پڑھنے پر چالیس اور ملک پڑھنے پر تیس نیکیاں ملیں گی لہذا مالک پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔

۲۔ (ملک) بادشاہ اپنی رعایا کے جان و مال کا بالکل مالک نہیں ہوتا بلکہ رعایا خود مالک اور قابض ہوتے ہیں لیکن مالک اپنے مملوک اور غلام کی ہر چیز کا مالک ہے اور اللہ بندے کی چیز کا مالک ہے۔

باقی صفحہ ۱۴

حدیث کی ضرورت و اہمیت (قسط نمبر ۱)

عبدالرحیم کرخی

اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو پیدا کیا پھر اس کو مطلق العنان نہیں چھوڑا کہ وہ بے راہروی کی گھاٹیوں میں الٹے سیدھے ہاتھ پیر مارتی پھرے بلکہ انسانیت کو سدھارنے کے لئے ایسی ہستیوں کا انتخاب فرمایا جو رب ذوالجلال سے فیض حاصل کر کے خدا کے بندوں کے اوپر فیضان رحمت کرتے رہیں گویا یہ ہستیاں حق تعالیٰ اور اس کے بندوں کے درمیان ربط پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اتباع کو بندوں پر لازم گردانتا ہے ان ہستیوں کا شرعی نام انبیاء و اولیاء ہے چنانچہ اتحاد امت اسلامیہ کے حقیقی داعی سید العارفین غوث المتاخرین حضرت شاہ سید محمد نور بخش علیہ الرحمہ اپنے مشہور رسالے اصول اعتقادیہ میں رقم طراز ہیں۔

ویجب ان تعتقد الانبیاء لانهم وسائط بین الله و عباده یستفیضون من الحق ویفیضون علی الخلق فی متابعتهم فیل الدرجات وفی مخالفتهم ویل الدرکات

تم پر واجب ہے اس بات پر اعتقاد رکھنا کہ انبیاء علیہم السلام خداوند عالم اور بندوں کے درمیان واسطہ ہیں جو حق تعالیٰ سے فیض حاصل کرتے ہیں اور مخلوق خدا تک فیض پہنچاتے ہیں ان کی اتباع میں کامرانی اور ان کی مخالفت میں کف افسوس ملنا ہے۔

اسی حقیقت کو مختلف مفکرین اسلام نے مختلف انداز میں بیان کیا ہے نبوت و رسالت کا یہ سلسلہ ہمارے پیارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پہنچ کر ختم ہو گیا ہے چنانچہ قرآن حکیم کا بیان ہے۔

ماکان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول الله و خاتم النبیین و کان الله بکل شیء علیما

محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں لیکن وہ اللہ کا رسول اور خاتم النبیین ہے۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

رسول اکرمؐ نے خود بھی اس بات کا اعلان فرمایا۔

انا خاتم النبیین لانبی بعدی

میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے جب دنیا پر اپنی نعمت مکمل کرتے ہوئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بحیثیت خاتم النبیین مبعوث فرمایا تو آپ کی ذات ستودہ خصال کو ایسا جامع اور کامل بنایا کہ قیامت تک کے تمام انسان آپ کی اطاعت اور اتباع کریں اور پھر بار بار آپ کی اطاعت کی تاکید کر دی۔

مسلمانوں کو آنحضرتؐ کے سیرت طیبہ اور احادیث مبارکہ سے جو بے پناہ شغف رہا ہے اس کا سبب یہی ہے کہ آپ کا ہر قول و فعل واجب الاتباع ہے۔

اتباع رسول۔ قرآن کا حکم

تمام مسلمانوں کا ایمان ہے کہ قرآن مجید کا ہر حکم واجب العمل ہے۔ اس مقدس کتاب کا حکم ہے۔

وما اتکم الرسول فخذوه وما نهکم عنه فانتهوا

یعنی اے ایمان والو! تمہارا رسولؐ جو چیز دے اسے خوشی سے لے لو اور جس چیز سے تمہیں روکے اس سے فوراً رک جاؤ۔

اس کے ساتھ ہی سورۂ النجم میں اس بات کی تشریح بھی کر دی کہ

وماینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی

کہ نبی جو کچھ بھی کہتے ہیں اپنی مرضی سے نہیں کہتے بلکہ صرف وحی

پکتے ہیں جو ان کی طرف وحی کر دی جاتی ہے۔

پھر فرمایا

من یطیع الرسول فقد اطاع اللہ

کہ جس نے رسول کی اطاعت کی گویا اللہ کی اطاعت کی۔

یہاں تک کہ کامل نمونہ کی ضمانت دیتے ہوئے فرمایا۔

لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ

تحقیق رسولؐ کی زندگی ہی تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔

قرآن مجید نے رسولؐ کے اتباع کو لازم قرار دیا کیونکہ آپؐ کی ذات مبارک قرآن مجید کی عملی تفسیر ہے۔ قرآن مجید نے صرف اقامت صلوٰۃ کا حکم دیا۔ لیکن نماز کی تفصیلات آپؐ کی ارشادات سے حاصل ہوتی ہے اسی طرح قرآن نے واتوالزکواۃ فرمایا، نصاب زکواۃ، مقدار زکواۃ وغیرہ تفصیلات کے لئے احادیث رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ بعینہٖ قرآن نے حج کا حکم دیا۔ حج کے آداب، طور طریقے، وغیرہ کی تفصیلات احادیث سے معلوم ہوتی ہیں۔

پس ثابت ہوا کہ رسولؐ اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور اطاعت و اتباع ضروری ہے جب تک آپ کی پیروی کرتے ہوئے آپؐ کے ارشادات پر عمل نہ کریں قرآن حکیم پر عمل کرنا ممکن نہیں ہے۔ کیونکہ بے شمار اصول و مسائل قرآن میں ایسے موجود ہیں جن کے بارے میں بعض اشارے یا بالکل مختصر بیان آیا ہے اور جن کی تفاصیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں ہمیں ملتی ہیں چنانچہ حدیث میں قرآن حکیم کے کئی اشارات اور مجمل بیانات کی تفصیلات موجود ہیں۔ قرآن پر مکمل عمل کرنے کے لئے احادیث رسول کی ضرورت و اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔

بزرگان صوفیہ نوربخشیہ اور علم حدیث

احادیث نبوی کی ضرورت و اہمیت کے پیش نظر ہمارے بزرگوں نے اس جانب خصوصی توجہ دی ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سے اکثر تصانیف کثیرہ کے حامل ہیں اور ان کی کتابوں میں بکثرت احادیث نبوی نقل ہوئے ہیں۔ ہمارے ان بزرگوں کی کتابوں میں کوئی ایسا صفحہ نظر نہیں آتا جس پر دو چار احادیث نبوی موجود نہ ہوں۔ اس ضمن میں ہم حضرت شیخ ابو نجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کی آداب المریدین۔ شیخ عبدالرحمن اسفرائنی کی کاشف الاسرار، شیخ نجم الدین کبریٰ کی السایر الحایر کا حوالہ دے سکتے ہیں ان کتابوں میں مطالب کی تفہیم و توضیح کے لئے احادیث نبوی بکثرت نقل ہوئے ہیں۔ علاوہ ازیں ہمارے بزرگوں نے احادیث کے مجموعے بھی مرتب کئے ہیں اس ضمن میں ہم صرف میر سید علی ہمدانی کی کوششوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جن سے ہمارے بزرگوں کی احادیث نبویؐ سے متعلق اعتنا کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

١۔روضۃ الفردوس

ابھی تک قلمی۔ جس میں اڑھائی ہزار احادیث نبوی موجود ہیں۔

٢۔المودۃ القربیٰ

عربی شرح۔ متعدد زبانوں مثلاً اردو، ترکی، جرمن فرانسیسی اور انگریزی میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

٣۔السبعین فی فضائل امیر المومنین

عربی متن، اردو، ترکی، فرانسیسی، جرمن اور انگریزی میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

۴۔اربعین فی فضائل امیر المومنین

حضرت کی فضیلت میں ابھی غیر شائع شدہ فقیری اور درویشی کے بارے میں چالیس احادیث پر مبنی رسالہ۔ (غیر شائع شدہ)

(جاری ہے)

خط و کتابت کا پتہ

جی۔ایچ۔ معروفی
فلیٹ نمبر7، بلاک نمبر14، کیٹیگری 17
سیکٹر آئی۔ ایٹ۔1،
اسلام آباد

غلام حسن نوربخشی

حضرت شیخ ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا نام احمد کنیت ابو علی تھا آپ کے والد کا نام محمد بن القاسم بن منصور ہے اور ابو علی رود باری کے نام سے مشہور ہیں ۔ آپ ایران کے حکمران کسریٰ کے خاندان سے تھے اور شہزادہ تھے مگر خالق کائنات نے آپ کو دنیوی بادشاہت کی بجائے سرمدی بادشاہی عطا کی ۔ چنانچہ آپ نے عالم شہزادگی میں راہ فقر و سلوک اختیار کی اور امام تصوف حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر تصوف کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے لگے اور نوجوانی ہی میں تصوف کی منزلیں طے کیں اور نوجوانان متصوفہ کے بزرگ بن گئے ۔ اور رودبار کا چاند کہلائے ۔ (کشف المحجوب 315)

کلمۃ الثناء

ابو علی کاتبؒ

ما رأیت اجمع لعلم الشریعۃ والطریقۃ و الحقیقۃ من ابی علی الرودباری (ریاض العارفین ص51)

میں نے علم شریعت و طریقت و حقیقت میں ابو علی رودباری سے زیادہ جامع کوئی نہیں دیکھا ۔ (نفحات الانس ص 200)

داتا گنج بخشؒ

شیخ محمود، معدن جود حضرت ابو علی محمد بن قاسم رودباری رحمۃ اللہ علیہ آپ شہزادہ تھے اور نوجوانان متصوفہ کے بزرگ تھے اعمال طریقت میں عظیم درجہ رکھتے تھے ۔ حقائق طریقت میں آپ کا کلام بڑا لطیف ہے ۔ (کشف المحجوب ص 315)

شیخ فریدالدین عطار

حضرت ابو علی احمد بن محمد الرودباری رحمۃ اللہ علیہ کاملان طریقت اور اہل فتوت میں سے تھے ۔ نہایت ظریف، علوم و ریاضت میں بزرگ تھے ۔ بغداد کے رہنے والے تھے مگر مصر میں جا کر مقیم ہو گئے تھے ۔ شیخ جنید اور نوری کی صحبت پائی تھی ۔

(تذکرۃ الاولیا ص 344)

میر سید محمد نور بخشؒ

وکان عالما فقیھا حافظا للحدیث ۔ اعلم الاولیاء فی زمانہ بالطریقۃ واظرفھم

آپ عالم فقیہ اور حدیث کے حافظ تھے اور اپنے زمانے کے اولیا میں سے زیادہ جاننے والے اور ظریف تھے ۔ (سلسلۃ الاولیا ص ۷)

علی رودباری آن شہ دین
خسرو بارگاہ ملک یقین

سید محمد نور بخشؒ

مظہر تجلیات باری شیخ علی رودباری (کشف الحقائق ص 15) نیز لکھتے ہیں ۔

دگر بو علی رود باری شمر
کہ بود بو وے مرشد معتبر

(صحیفۂ اولیاء ص 34)

مولانا جامیؒ

آپ شیخ جنید بغدادی کے مشہور مریدوں میں سے ہیں۔ قدمائے مشائخ اور علمائے راسخین میں سے ہیں۔ (نفحات الانس ص200)

جان محمد قدسیؒ

نسبت او بعارف رحمان
بو علی پیر رود باری دان
(تحفۃ الاحباب ص394)

معصوم علیشاہ شیرازی

العالم بحقائق الشریعت و العارف بدقائق الطریقت و الحقیقۃ دانای راہ رستگاری برندہ روندگان بکوی امیدواری شیخ المشائخ ابو علی رودباری

حقائق شریعت کا عالم، دقائق طریقت و حقیقت کا عارف راہ نجات کے دانا، سالکوں کو کوئے امید تک پہنچانے والے، مشائخ کرام کے شیخ ابو علی رودباری (طرائق الحقائق جلد دوم ص 527)

عبدالرحمن جامیؒ

حافظ حدیث بودہ و عالم و فقیہ و ادیب و امام و سید قوم (نفحات الانس ص200)

آپ حافظ حدیث تھے، علاوہ ازیں آپ عالم، فقیہ ادیب اور پوری قوم کے امام و سردار تھے۔

مرزا ثابت علی

کیست دانی پیر شیخ بو علی؟
بو علی رودباری ولی!
(ریاض ص347)

سید قاسم محمود

ابو علی احمد بن محمد رودباری صوفی، محدث، فقیہ اور ادیب، شیخ جنید بغدادی کے مرید اور اخبار الصالحین کے مطابق اپنے وقت کے امام اپنی قوم کے سردار حضرت ابو عبداللہ رودباری کے ماموں تھے۔ (اسلامی انسائیکلوپیڈیا ص90)

طہارت و پاکیزگی در زمانہ قبل از سلوک

حضرت ابو علی رود باری رحمۃ اللہ علیہ معاملہ طہارت میں وسواس و توہم کے مریض تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں صبح دریا میں گیا اور طلوع آفتاب تک پانی میں رہا۔ اس پر میں آزردہ دل ہوا اور بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگا الٰہ العالمین العافیہ العافیہ ہاتف غیبی نے دریا سے جواب دیا۔ العافیہ فی العلم و ابو علی عافیت علم میں ہے۔ (کشف المحجوب ص484)

یہ واقعہ ان کی زبانی پڑھئے۔ آپ نے فرمایا کہ مدتوں میری یہ کیفیت رہی کہ طہارت کرنے کے بعد بھی مجھے اپنے طاہر ہونے پر ایقان نہیں ہوتا تھا اور اس تصور کے تحت ایک مرتبہ کے بعد پھر دوبارہ طہارت کرتا۔ چنانچہ ایک مرتبہ طلوع آفتاب سے قبل طہارت سے فارغ ہو گیا لیکن عدم اطمینان کی وجہ سے مسلسل گیارہ مرتبہ طہارت کے باوجود مجھے اپنے طاہر ہونے کا اطمینان نہیں ہوا اور اسی ادھیڑ بن میں آفتاب طلوع ہو گیا۔ مجھے یہی افسوس رہا کہ اپنے طاہر نہ ہو جانے کی وجہ سے اتنی دیر عبادت سے محروم رہا پھر میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ الٰہی مجھے سکون عطا کر تو ندا آئی کہ سکون تو علم میں مضمر ہے۔

اس واقعے کے بعد آپ خوب ریاضت کرنے لگے۔ عبادت و طاعت الٰہی میں وقت گزارنے لگے۔ اس طرح تھوڑی بہت سکون و طمانیت کی دولت حاصل ہوئی۔

آغاز سلوک

جب اللہ تعالیٰ کسی کو باطنی دولت سے نوازنا چاہتا ہے تو کوئی نہ کوئی سبب پیدا کرتا ہے یوں اسکے طفیل دولت سرمدی

سے مالا مال کرتا ہے۔ حضرت ابو علی رود باری ایران کے علاقے رود بار میں پیدا ہوئے۔ چونکہ اس زمانے میں بغداد کو عروس البلاد کی حیثیت حاصل تھی، علما و فضلا اور شعراء و ادباء اور ہر ہر فن کے امام بغداد میں جمع تھے اور یہ ہارون رشید عباسی کی خلافت کا زمانہ تھا چنانچہ شرفاء اور متمول لوگوں کے بچے تعلیم و تربیت کے لئے بغداد کا رخ کرتے تھے۔ حضرت ابو علی رودباری نے بھی بغداد ہی میں نشو و نما پائی تھی شہزادہ ہونے کی وجہ سے بڑے عیش وآرام کی زندگی بسر کرتے تھے۔

ایک دن جنید بغدادی جامع مسجد میں درس دے رہے تھے۔ آپ کا وہاں سے گزر ہوا جنید نے ایک آدمی کی طرف مخاطب ہو کر کہا

اسمع یاھذا، بھائی سن لو

ابو علی نے سمجھا کہ انہیں کہا ہے لہذا ٹھہر کر سننے لگے جو آپ کسی کو کہہ رہے تھے آپ کے کلام نے اثر کیا اور سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر طریقت میں قدم رکھا اور اسی کا ہو کے رہ گئے۔ (طرائق دوم ص 527)

اساتذہ وشاگرد

آپ چونکہ ایران کے شاہی خاندان کے فرد تھے چنانچہ آپ نے بہترین تعلیم و تربیت حاصل کی تھی عروس البلاد بغداد کے شیوخ واساتذہ سے استفادہ کیا تھا۔

علم ادب بغداد کے استاد تغلب سے علم حدیث ابراہیم الحربی سے اور علم فقہ ابوالعباس سے حاصل کیا تھا۔ (طرائق الحقائق ص 528)

آپ کے روحانی استاد حضرت جنید بغدادی، ابوالحسن نوری ابو حمزہ شمالی اور مسوحی تھے یہ سب اس زمانے کے بغداد میں اپنے اپنے فن کے امام سمجھے جاتے تھے۔ ایسے آئمہ فن سے جب تربیت پا کر کندن بن گئے تو "رودبار کا چاند" کہلائے۔

آپ سے تربیت پانے والے بہت سے تھے۔ ان میں سب سے زیادہ مشہور حضرت ابو علی کاتب ہیں جو بعد میں آپ کا خلیفہ جانشین بنے ان کے بعد ابو القاسم نصر آبادی کا نام آتا ہے۔ جو آپ کے تربیت یافتہ مشائخ میں سے تھے۔

ابو علی کاتب جب بھی ابو علی رودباری کا نام لیتے سیدنا کا لفظ استعمال کرتے تھے۔ ان کے شاگرد ان سے رشک اور حسد کھاتے تھے ایک دفعہ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی اور کہا کہ ان کو اپنا سردار سیدنا کیوں کہتے ہو آپ نے جواب دیا اس لئے کہ وہ شریعت سے طریقت کی طرف گئے ہیں اور ہم حقیقت سے شریعت کی طرف آرہے ہیں۔ (نفحات الانس ص 201)

مطلب یہ ہے کہ انہوں نے پہلے خوب علم و ادب سیکھا اور بلند عہدوں پر متمکن ہوئے پھر راہ فقر و سلوک اختیار کی اس طرح شریعت سے ہوتے ہوئے طریقت و حقیقت کی منازل طے کیں۔

ایک عجیب واقعہ

آپ نے فرمایا ایک درویش کی تدفین کے وقت میں نے قصد کیا کہ اس کی پیشانی پر مٹی مل دوں اور جیسے ہی میں اس مقصد کے لئے نیچے جھکا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور کہا کہ اے ابو علی! جس نے مجھے عزت عطا کی ہے تم اس کے سامنے مجھے ذلیل کرنا چاہتے ہو؟ لیکن آپ نے اپنے عزم پر قائم رہتے ہوئے سوال کیا کہ کیا فقراء مرنے کے بعد زندہ ہو جاتے ہیں؟ اس نے جواب دیا کہ بلاشبہ! کیونکہ خدا کے دوستوں کو کبھی موت نہیں آتی اور جب روز محشر اللہ تعالیٰ مجھے عزت عطا فرمائے گا تو میں تمہاری اعانت کرتے ہوئے اپنے قول کی صداقت کو بہترین طریقے پر ثابت کروں گا۔ (تذکرۃ الاولیاء ص 343)

ایک سبق آموز واقعہ

ایک دفعہ آپ ایک حمام کے پاس سے گزرے جہاں ایک مرقع (درویشی کا مخصوص لباس) کھونٹی پر لٹک رہا تھا۔ سوچا کہ یہاں کون درویش آیا ہوا ہے؟ آپ جستجو میں اندر چلے گئے دیکھا کہ ایک درویش کھڑا ہے اور ایک نوجوان حجام کے پاس حجامت بنوا رہا ہے۔ آپ وہاں ٹھہرے رہے۔ جب وہ جوان اٹھا وہاں سے اور غسل کرنے لگا۔ درویش نے پانی اٹھایا اور ڈالتا رہا اور اسے نہانے میں مدد دیتا رہا۔ جب نہانا ختم ہوا تو درویش خلعت کپڑے لایا۔ اسے پہنائے اس پر گلاب کے پانی کا چھڑکاؤ

جاری ہے

حضرت امیر کبیر علی ثانی میر سید علی ہمدانی کی
تحریک دعوت وارشاد

پروفیسر صاحبزادہ حسن شاہ،
رجسٹرار (ریٹائرڈ) قائد اعظم یونیورسٹی
اسلام آباد

الحمد للہ کفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

ہماری تاریخ کی یہ ایک عظیم روایت رہی ہے کہ ہر دور استبداد میں ایک طرف مستبد حاکم بادشاہ اور فاتح اپنے جلال سکندری میں بدمست نظر آتے ہیں اور دوسری طرف علمائے حق اور شہدائے اسلام اپنی بے کسی اور ظاہری بے سرو سامانی کے باوجود شریعت حقہ کا علم تھامے استقامت۔ صبر اور جرات ایمانی کے ساتھ ہر قوت کے سامنے بے باکانہ نعرہ زن نظر آتے ہیں۔

اسی داستان حق وجہاد میں سے ایک کہانی آج کا موضوع سخن ہے۔

چودھویں صدی کے وسط ایشیا۔ کا دور یاد کیجئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب سمرقند۔ بخارا۔ بلخ۔ بدخشاں میں اسلامی ایرانی تمدن کے بڑے مرکز قائم ہو چکے تھے۔ وسط ایشیائی قومیں جوق در جوق حلقہ بگوش اسلام ہو چکی تھیں۔ عربی علماء و فصحاء کا ذریعہ اظہار بن چکی تھیں۔ فارسی زبان کو قبول عوام حاصل ہو چکا تھا۔ غرضیکہ خواص و عوام کے زبان وادب۔ تمدن۔ افکار و اعمال پوری طرح اسلام کے رنگ میں رچ بس چکے تھے۔ البتہ سیاسی لحاظ سے ان علاقوں کا مرکزی حکومت سے تعلق کٹ چکا تھا اور گھر گھر راج کا عمل تھا۔ اس سیاسی کمزوری کا فائدہ اٹھا کر امیر تیمور نے خود اپنی شہنشاہی کا خواب دیکھا اور اپنی قوت کے بل بوتے پر جہانگیری کا علم بلند کر دیا۔ علاقوں کے علاقے روندتا ہوا چلا گیا۔ اور اپنی خون آشامی اور سفاکی کی داستانیں تاریخ پر نقش کر گیا اور "انا ولا غیری" کے جوش میں کسی قسم کی سیاسی یا فکری مقاومت کا متحمل نہ رہا۔

اسی دور میں ایک درویش عالم نورد۔ عالم باعمل اور حامی شریعت حقہ حضرت امیر کبیر علی ثانی میر سید علی ہمدانی کا ظہور بھی ہوا۔ آپ نے چنگیزی سیاست و نظام حکومت کے اس دور عروج میں ایک بار پھر سنت شبیری تازہ کرنے کا عزم باندھا اور کتاب و سنت کی تجدید و ترویج کے لئے میدان عمل میں قدم رکھا۔ لوگ جو ہمیشہ اس پیغام پر قربان ہونے کے لئے تیار رہتے ہیں امڈ کر آپ کے علم کے سایہ میں آنے لگے اور بیعت کرنے لگے۔ امیر تیمور سے نزاع کی یہی باسعادت وجہ تھی۔ حکمران طبقہ آپ کی اس مقبولیت کی وجہ سے لرزہ براندام ہوا اور آپ کی مخالفت پر اتر آیا یہ صورت حضرت کو ہر جگہ اور ہر حکمران طبقہ کے ہاتھوں پیش آئی چنانچہ پکھلی (ہزارہ) کے ایک خان کے نام ایک خط میں آپ لکھتے ہیں۔

"اگر شما خواہید کہ مردم ایں ناحیہ ہماں رفتار را بامن پیش گیرند کہ یزید با حسین علیہ السلام داشت سہل است۔ ایں جور و جفا برمن عین سعادت است کہ ہر کہ حق گوئی را اساس کار خود میساز د مردم باو عداوت می ورزند"

اس پس منظر میں حضرت امیر کبیر کی تحریک دعوت و ارشاد پر غور کیا جائے تو امیر تیمور کی وجہ مخاصمت بخوبی سمجھ آتی ہے جو بالآخر حضرت امیر کبیر کے دورہ کشمیر کا باعث بنی۔

گر نہ تیمور شور و شر کر دے
کے امیرؒ اپنی طرف گزر کر دے

(کامل بدخشی کشمیری)

حضرت سید محمد نور بخش قہستانی جو خود سلسلہ نور بخشیہ ہمدانیہ کے سر سلسلہ تھے خلافت کے بیان میں توضیح فرماتے ہیں کہ خلافت دو قسم کی ہے۔ ایک جلی اور دوسری خفی۔ خلافت جلی کو قوت و اختیار سے پہچانا جاتا ہے اور خلافت خفی تعلق باللہ اور اتباع شریعت حقہ پر مبنی ہے۔ عوام کی عقیدت و نیاز مندی کا مرجع خلیفہ خفی ہی ہوتا ہے۔ چنانچہ تمام سلاسل صوفیاء میں بیعت شیخ وقت

حضرت ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر لیتا ہے اور شیخ وقت کو خلیفہ ختمی کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے۔

حضرت امیر کبیر کے سلسلہ بیعت کو امیر تیمور نے اپنی سیاسی سیادت کے لئے خلیج سمجھا تو یہ نہ تو کوئی نئی بات تھی نہ کوئی غیر معمولی واقعہ۔ ایران و عراق میں سادات امیر تیمور کے ملوکیت پرور عزائم کے لئے کھلا خطرہ تھے اور اسی وجہ سے وہ ان کے درپے آزاد ہوا اور انہوں نے ہجرت کی سنت پر عمل کیا اور کئی نے اطاعت پر شہادت کو ترجیح دے کر سنت شبیری ادا کی۔

حضرت امیر کبیر مسلک تصوف کے لحاظ سے سلسلہ کبرویہ سے منسلک تھے۔ اس سلسلہ کی نسبت حضرت نجم الدین کبریٰ شہید رحمۃ اللہ سے ہے۔ اس سلسلہ کے اکابر میں ائمہ اہل بیعت اور مشائخ عظام کے نام ملتے ہیں۔ اس تحریک کی دو خصوصیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اولاً اتباع کتاب و سنت اور ثانیاً اتحاد بین المسلمین۔ حضرت سید محمد نور بخش نے اس نظریہ کو واضح شکل دی اور اعمال و اشغال اور طریق سلوک میں شامل کر دیا۔ سلسلہ ہمدانیہ کی اس روش کی وجہ سے شیعہ۔ اہلسنت حنفی و شافعی سب ایک صف میں نظر آتے ہیں اور سب حضرت امیر کبیر کو اپنا شیخ تسلیم کرتے ہیں۔

حضرت امیر کبیر اعلیٰ پایہ کے عالم۔ فقیہ۔ محدث۔ مفسر اور فلسفی اسلام بھی تھے اور ادب و اخلاق اور سیاست اسلامی پر گہری بصیرت بھی رکھتے تھے۔ زہد و اتقا کے لحاظ سے وہ ایک کامل عارف۔ ممتاز ولی اللہ اور معزز سالک طریقت تھے۔ ہم اہل کشمیر انہی نسبتوں کی وجہ سے انہیں "علی ثانی" کہتے اور مانتے ہیں۔ حضرت موصوف کی تحریک دعوت و ارشاد کشمیر میں اسلام کی اشاعت کا ایک زندہ جاوید اور عظیم الشان تاریخی شاہکار ہے جس کی مثال کسی دوسرے خطے کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ کشمیری بجا طور پر انہیں بانی مسلمانی کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔

خطہ را آں شاہ دریا آستیں۔ داد علم و صنعت و تہذیب و دیں۔

ایسی جامع کمالات اور نابغہ روزگار ہستی کے جملہ محاسن اور عظمتوں کا پورا ذکر تو ایک صحبت میں محال ہے بلکہ آپ کی تصانیف۔ خیالات۔ اشغال و طریق و سلوک کا طائرانہ تناظر بھی ناممکن ہے۔ بہر کیف ان کا ذکر آپ اس تقریب میں اکثر و بیشتر سماعت فرمائیں گے۔ مجھے یہاں حضرت موصوف کی کشمیر میں تبلیغ اسلام کی حکمت عملی کے بنیادی اصولوں کے بیان پر ہی اکتفاء کرنا ہوگا۔

کلہن کی راج ترنگنی۔ مارکوپولو کے سفرنامے۔ جونراج کے تتمہ راج ترنگنی اور تذکروں سے مسلمانوں کی کشمیر میں تیرہویں صدی میں آمد کی سرسری شہادتیں ملتی ہیں بلکہ بعض تو "فتوح البلدان" بلاذری کے بیان سے کشمیر میں اسلام کی آمد کی آٹھویں صدی شہادت پیش کرتے ہیں لیکن اندرونی و بیرونی شواہد اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ کشمیری تاریخ میں البتہ پہلی تبلیغی کوشش کا ذکر حضرت شاہ شرف الدین بلبل شاہ قلندر قادری کے نام سے منسوب ہے جن کے ہاتھ پر لداخی راجہ رینچن نے اسلام قبول کیا اور کشمیر کے پہلے مسلمان حکمران ہونے کا شرف حاصل کیا۔ کچھ عرصہ بعد ایک افغان سردار شاہ میر نے کشمیر میں شاہمیری سلاطین کے خاندان کی بنیاد رکھی جو سولہویں صدی تک برسر اقتدار رہا۔

اس دور میں گو حکومت پر مسلمانوں کا اثر غالب تھا لیکن ملک میں حکومت پرانی وضع کی تھی اور کشمیری ہندوؤں کا دخل عمل نمایاں تھا۔ اور اسلامی قوانین اور شریعت کو پوری بالادستی حاصل نہ تھی۔ شاہمیری خاندان کے تیسرے بادشاہ سلطان شہاب الدین کے عہد میں حضرت امیر کبیر نے کشمیر میں نزول اجلال فرمایا۔

متقدمین میں نور الدین جعفر بدخشی صاحب "خلاصۃ المناقب"۔ "بہارستان شاہی" "تاریخ کشمیر" حیدر جادورہ اور متاخرین میں "واقعات کشمیر" مصنفہ محمد اعظم دیدہ مری اور "فتحات کبرویہ" مصنفہ عبدالوہاب نوری سب متفق ہیں کہ امیر کبیر نے ماوراء النہر میں تیموری سادات کے خلاف یورش اور آپ سے پرخاش کی وجہ سے تاجیکستان کے علاقہ ختلان سے ہجرت کا ارادہ کیا۔ آپ نے اس غرض کے لئے کشمیر کو منتخب کیا۔ یہاں

ے ایک تاجر شری کنٹھ نے حضرت کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا اور کشمیر کا تعارف کروایا۔ چنانچہ امیر کبیر نے کشمیر میں دعوت ارشاد اور تبلیغ کی غرض سے پورے غور و خوض کے بعد اپنے اعزہ اور رفقاء سمیت سید تاج الدین سمنانی اور حضرت سید حسین سمنانی کو دریافت حال اور اپنی تحریک کے لئے مناسب حال کیفیت کے مطالعہ کے لئے بھیجا۔ یہ لوگ کشمیر میں گھومے پھرے حالات کا جائزہ لیا اور دعوت و ایثار کے امکانات کا اندازہ کیا اور بالآخر حضرت امیر کبیر کی خدمت میں عرضداشت کی کہ کشمیری مسلمانوں کی تربیت اور کشمیری ہندوؤں میں تبلیغ کی غرض سے ان کا کشمیر آنا مناسب ہے۔

اور ملکوں کی بہ نسبت کشمیر صدیوں سے علم و تہذیب اور فن کے مرکز کی جنت سے مشہور تھا اور البیرونی جیسے محقق اس بات کے معترف تھے۔ لیکن مسلمان حکمرانوں کی حکومت باوجود جہاں کاروبار سلطنت ہندو مشیروں اور اعمال حکومت کے ہاتھ میں تھا ملکی رسم و رواج کی عملداری تھی۔ مسلمان اقلیت میں تھے اور شریعت کی بالادستی کی خواہش کے باوجود نوکر شاہی کے سامنے بے بس تھے۔

حضرت امیر کبیرؒ نے اس صورت حال کے بعد ارشاد و تبلیغ کے لئے جو حکمت عملی وضع کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔ اس کی کامیابی اور کشمیر میں تہذیب۔ علم و فن فکر و نظر کو پوری اسلام کے رنگ میں رنگنا اس تحریک کا عظیم الشان کارنامہ ہے اور تاریخ دعوت و ارشاد اسلامی میں اس کا ایک منفرد مقام ہے۔

ایک مہذب معاشرے میں جہاں باوجود کفر لوگ توحید کے قائل، توہم پرستی کے منکر۔ معرفت و تصوف کے اصولوں سے واقف اور اعلیٰ اخلاقی قدروں کے ماننے والے تھے۔ تبلیغ اسلام ایک نئی حکمت عملی کی متقاضی تھی۔ چنانچہ آپ نے اپنی پوری تحریک کو ایک تعلیمی تحریک شکل دی تاکہ آئندہ نسل بچپن سے اسلامی فضا میں پرورش پا کر اسلامی اقدار کو اپنی سرشت میں سمولے اور کشمیری تہذیب اور اسلامی تہذیب یک جان و دو قالب کی بجائے یک جان و یک قالب کی صورت اختیار کر لیں۔ یہ آپ کا ہی اعجاز ہے کہ آج کشمیر میں بسنے والے چاہے مسلمان ہوں یا دیگر مذہبی اقلیت سے ہوں سب کے سب مذہبی افکار۔ رہن سہن۔ علم و فن۔ افکار فلسفیانہ۔ ادب زبان حتیٰ کہ کھانے پہننے اور آداب مجلس سب اسلامی ہیں۔

اس شاندار کارنامے کے انجام دینے میں آپ نے پہلا قدم یہ اختیار کیا کہ سادات کے سات سو گھرانے گاؤں گاؤں اور قریہ قریہ میں آباد کرائے۔ ان لوگوں کا علم و فضل۔ پرہیزگاری۔ اسلامی سیرت کا نمونہ اور ان کی عبادت گاہیں سکول اور کالج تھے جہاں کے فارغ التحصیل مقامی طلباء نے اشاعت اسلام میں شاندار کامیابی حاصل کی۔ ان درسگاہوں نے علم دین اور دیگر علوم کی اشاعت کے ساتھ یہ تربیت یافتہ مقامی جماعت پیدا کی جنہوں نے مادری زبان میں دعوت ارشاد و تبلیغ کر کے مسلمانوں کو شریعت کی بالادستی اور ہندوؤں کو شرف اسلام حاصل کرنے کی تعلیم ایسی مہارت سے دی کہ کشمیر کی اکثریت نے اسلام ہی قبول نہ کیا اپنی تہذیب و علم و فن کو بھی زیور اسلام سے پوری طرح آراستہ کیا۔ چنانچہ آج تہذیب و تمدن کے لحاظ سے کشمیر عالم اسلام کا ایک جزو لاینفک ہے اور انشاء اللہ ہمیشہ رہے گا۔ حضرت امیر کبیر کے فرزند پیر کشمیریاں حضرت سید محمد ہمدانی کے خلیفہ خاص حضرت شیخ نور الدین ولی علمدار کشمیر نے کشمیری اسلامی تصوف کے "سلسلہ ریشیہ" کی بنیاد رکھی۔ اس سلسلہ کے شیخ سیاحت۔ اکل حلال۔ رفاع عامہ پرہیزگاری اور مذہبی ریاضتوں کی وجہ سے بہت مقبول تھے اور کشمیری اشعار اور مروج علمی محاورات میں اسلام کی تبلیغ کرتے تھے جو کشمیریوں کے دل میں اتر جاتی تھی چنانچہ آج بھی حضرت شیخ نور الدین ولی کا کشمیری کلام اسلامی معرفت و تصوف اور علم دین کا لاثانی خزینہ مانا جاتا ہے۔" اسلامی درسگاہوں اور مقامی مبلغین کی تربیت کے علاوہ خود حضرت امیر کبیر اور آپ کے رفقاء سفر و حضر میں اپنے مواعظ اور مناظروں سے مقامی عالموں کو حقانیت اسلام کا قائل کرتے تھے۔ چنانچہ روایت ہے کہ صرف حضرت امیر کبیر کے ہاتھ پر تین ہزار کشمیری پنڈتوں نے اسلام قبول کیا جن میں ان کے بڑے بڑے پجاری عالم اور روحانی پیشوا بھی شامل تھے۔

پہلا اسلامی کتب خانہ

اس زمانے جب ابلاغ عامہ کے لئے پریس اور مطبوعات

کی اشاعت ریڈیو ٹیلی وژن اور دیگر سمعی و بصری وسائل میسر نہ تھے آپ نے اشاعت قرآن اور اشاعت علوم دین کے لئے قرآن کریم کے نسخے تیار کرنے اور دیگر کتب کی نقلیں فراہم کرنے کی ابتدا کرنے کے لئے پہلا اسلامی کتب خانہ قائم کیا اور کشمیر کتابوں کی اشاعت کا مرکز بن گیا۔ چنانچہ قرآن حدیث کے کاتب جو صحاف کہلاتے تھے۔ اور دیگر کتب کے کاتب جو نساخ کہلاتے تھے آج بھی خاندانی القاب کی وجہ سے مشہور ہیں اور بقول آٹونوف وسط ایشیا۔ ایران اور ہندوستان میں قلمی نسخوں کی کثیر تعداد کشمیری الاصل کاتبوں کے ہاتھ میں ہی لکھی ملتی ہے۔

حضرت امیر کبیر نے معارف قرآن و حدیث کے علاوہ تصوف اور اسلامی فلسفہ و معرفت الٰہی اور تزکیہ نفس کی ترویج کے لئے مستقل تصانیف اور رسائل مرتب کئے۔ جن کی نقلیں جا بجا پہنچتی تھیں۔ اس طرح آپ نے تحریری وسائل سے دعوت و ارشاد کی تحریک کو تقویت دی۔ اس تحریری دعوت کے مخاطب سلاطین و امرا۔ بھی تھے۔ علما۔ بھی اور عوام بھی۔ چنانچہ آپ کی تصانیف میں سب سے زیادہ مشہور کتاب "ذخیرۃ الملوک" ہے جو پوری انسانی زندگی کے لئے ایک گرانمایہ لائحہ عمل ہے جو دینی تعلیم اور دنیوی تعلیم کی تفریق سے پاک ایک خالصتاً اسلامی تعلیم کا مجموعہ ہے۔ چنانچہ اس میں عقائد۔ عبادات۔ معاملات سب سے متعلق واضح ہدایات ہیں۔ فرائض نوافل صدقہ و جہاد۔ معاملات وراثت جائیداد۔ حد و تعزیر اخلاق و تزکیہ نفس اور انداز جہانبانی سب پر یہ کتاب محیط ہے۔ چنانچہ زمانہ وسطیٰ میں برصغیر ہندوپاک میں یہ کتاب داخل نصاب تھی اور درساً اس کی تعلیم دی جاتی تھی۔ انفرادی اور اجتماعی زندگی میں کتاب و سنت کی بالادستی کی یہ صدائے حق برصغیر میں سب سے پہلے کشمیر میں ہی بلند ہوئی۔ جو آج پورے عالم اسلام میں گونج رہی ہے۔ سلطان شہاب الدین نے حضرت امیر کبیر کی نصیحت پر دربار کے آداب۔ لباس۔ گھریلو زندگی میں اتباع شریعت کی راہ اختیار کی اور شریعت نافذ کرنے کے لئے فتویٰ شہابیہ ترتیب دلوایا اور اسلامی تعلیم اور عربی زبان و ادب۔ منطق و فلسفہ کی تعلیم کے لئے مدرسہ "عروۃ الوثقیٰ" قائم کیا جس کے سربراہ مشہور عالم دین مولانا سید جمال الدین محدث تھے جو حضرت امیر کبیر کے رفیق کار تھے۔

علاوہ ازیں حضرت امیر کبیر نے فقہ۔ تفسیر و حدیث کے متعلق مختلف رسائل مرتب فرمائے اور تصوف کا ذوق پیدا کرنے کے لئے ابن عربی کی معرکتہ الآرا تصنیف فصوص الحکم کی تشریح اور اصطلاحات تصوف کے بارے میں دلنشین تشریحات فرمائیں۔

حضرت امیر کبیر نے مختلف سلاطین اور امرا۔ کو مکتوبات تحریر کئے اور ان کو شریعت کی پابندی کی ہدایت فرمائی آپ نے اس بات پر بڑے رنج کا اظہار فرمایا ہے کہ سلطنت کی باگ ڈور ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔ جو علم دین سے بے بہرہ ہیں۔ اور ہر وقت عیاشی میں مست رہتے ہیں اور شریعت کی نافرمانی اور گناہ کو اپنا راستہ بنا بیٹھے ہیں اور اپنی نفسانی غرضوں کے ہاتھ جان بیچ بیٹھے ہیں۔ آپ نے بار بار تنبیہ فرمائی ہے کہ جب تک انسان اخلاص سے شریعت کی پابندی نہ کرے وہ گناہ سے دامن نہیں بچا سکتا اور نور و رحمت ربانی کی نعمت نہیں پا سکتا۔

اخلاق عامہ اور سپاہگری اور جہاد کے بھی آپ بڑے موید تھے اور نوجوانوں کی اصلاح کی تحریک کے بھی داعی تھے۔ اس تحریک کے چار بنیادی اصول حضرت امیر المومنین علی علیہ السلام نے ارشاد فرمائے تھے

اولاً یہ کہ انسان کو اختیار ہو مگر پھر بھی دوسروں کے قصور معاف کر دے۔

دوم: یہ کہ غصے کے وقت تحمل اور صبر کا راستہ اختیار کرے۔

تیسرے یہ کہ دشمن سے بھی خیر خواہی کرے اور چوتھے یہ کہ محتاج ہو تب بھی سخاوت کرے۔

کشمیر میں آنے کے بعد جو سادات یہیں بس گئے انہوں نے یہیں شادیاں کر لیں اور مستقل طور پر آباد ہو گئے۔ ان کے ذریعہ فارسی اور عربی علوم کی اشاعت کے علاوہ لباس۔ زبان۔ رہن سہن پر اسلام کا رنگ غالب آیا اور وسطی ایشیائی فنون کا رواج ہوا۔ چنانچہ کشمیری موسیقی کے بارہ مقامات ایرانی اور تورانی موسیقی کے انداز پر آج بھی رائج ہیں۔ لکڑی چاندی کا کام۔ قالین بافی۔ سوزن کاری۔ کار قلمدان یا پیپر ماشی نقاشی۔ ظروف سازی۔ عمارتی تزئین و زیبائش۔ فن تعمیر اور نفاست کے سب لوازمات وسطی ایشیا اور ایران کے مرہون منت ہیں۔ اسی لئے علامہ اقبال نے فرمایا ہے خطہ را آں شاہ دریا آستیں داد علم و صنعت و تہذیب و دیں

آفرید آں مرد ایران صغیر
با ہنر ہائے غریب و دلپذیر

آپ کی سب سے بڑی یادگار خانقاہ معلیٰ سری نگر کے قلب میں واقع ہے۔ اس عمارت کا بیرونی حصہ چینی طرز کا ہے اور اندر کی طرف حجرے اور مسجد کا ڈیزائن اور تزئین و زیبائش ایرانی اور وسط ایشیا کے فن کا نمونہ ہے۔ اس خانقاہ کو مستقلاً ایک اسلامی اور ملی مرکز کی حیثیت حاصل رہی ہے۔ اسلام کی اشاعت میں اس خانقاہ کا بہت اہم حصہ ہے۔ اور برکت و تقدس کی وجہ سے اسے "کعبہ ثانی" کہتے ہیں یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ و سلم اور سید الشہداء امام حسین علیہ اسلام کی یادگاریں محفوظ ہیں اور یہاں پر محفوظ علم قومی مصیبت کے موقعوں پر برآمد ہوتا ہے۔ ۱۹۳۱ء میں بھی یہ علم نکلا تھا آج بھی اس خانقاہ کے پروانے ہر وقت شمع اسلام پر جل مرنے کی آرزو میں ہندوستانی سنگینوں سے بے پرواہ ہو کر خاک و خون میں نہا لیتے ہیں۔

بنا کردند خوش رسے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

یہ خانقاہ ہماری ملی زندگی کا روح پرور مرکز و محور ہے اور حضرت امیر کبیر سے عقیدت و نیاز مندی کا سرمدی نشان ہے۔ اسی خانقاہ کے نمونہ پر سلطان سکندر شاہمیری کے عہد میں حضرت امیر کبیر کے خلیفہ اور فرزند نامدار پیر کشمیریاں میر سید محمد ہمدانی نے سوپور۔ ترال۔ پامپور اور مچھ بھون مارتنڈ کے مرکزی مقامات پر خانقاہیں تعمیر کیں اور سلطان سکندر نے ان کے اخراجات کے لئے گاؤں وقف کئے۔ ان مراکز سے حضرت امیر کبیر کے مشن کی تکمیل ہوئی۔ اسی طرح ہر گاؤں اور ہر قریہ میں مسجدیں اور خانقاہیں تعمیر ہوئیں ان میں خانقاہ معصری پربت۔ خانقاہ زڈی بل۔ خانقاہ درگاہ بابا نصیب الدین غازی بج بہارہ خانقاہ حیرار شریف اور خانقاہ معصری رشی اسلام آباد کشمیر میں دعوت اسلامی کے دیگر قابل ذکر مرکز تھے۔ بعد میں خانہ یار کی خانقاہ قادریہ اور خانقاہ نقشبند صاحب بھی اسی طرز پر قائم ہوئیں۔

علم وتمدن کے اثرات

حضرت امیر کبیر کی تحریک کے تمدنی اثرات میں کشمیر میں فارسی شعر و ادب کی ہمہ گیر ترقی بھی ایک یادگار کارنامہ ہے۔ اس کی بدولت ایک تو ایرانی اور تورانی سیاح اور ادیب کشمیر آئے اور کئی یہیں کے ہو کے رہ گئے اور دوسرے خود یہاں اتنے صاحب دیوان شاعر ہوئے جن میں ملا طاہر غنی کاشمیری کو فارسی زبان کے قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے وسط ایشیا خراسان۔ ایران اور ہندوستان میں بڑی شہرت حاصل ہوئی۔ کشمیری پنڈتوں میں فارسی میں مہارت کا شوق ایسا بڑھا کہ انہوں نے اپنی روزمرہ کی عبادت میں فارسی مناجاتیں پڑھنی شروع کر دیں اور فارسی میں نجی خط و کتابت۔ تحریر و تصنیف میں بھی کشمیری پنڈت مسلمانوں سے دو ہاتھ آگے نکل گئے۔

نظریاتی اعتبار سے حضرت امیر کبیر نے کشمیر کو اسلامی اور شرعی ریاست کے قیام کے لئے ایک بنیادی مرکز بنا دیا۔ مشائخ کبرویہ نے اس تحریک کی آبیاری کی ان میں سب سے سربرآوردہ حضرت جامع کمالات ابو حنیفہ ثانی شیخ یعقوب صرفی تھے اور حضرت امیر کبیر کے سلسلہ کے شیخ تھے۔ آپ نے کشمیر میں اسلامی حکومت کی تحریک میں کلیدی کردار ادا کیا۔ آپ نے سلطنت مغلیہ سے معاہدہ کرنے سے پہلے حکومت سے مذہبی آزادی کا پیمان حاصل کیا تاکہ علماء کو شریعت کی تبلیغ کی پوری آزادی رہے۔ حدیث میں آپ حافظ ابن حجر مکی سے مجاز تھے اور سلسلہ کبرویہ اور حدیث میں حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف آپ کے ارادتمند تھے جو ہندوستان میں حکومت شرعیہ کے سب سے بڑے داعی تھے۔ کشمیر میں اٹھارہویں صدی میں ملا عبد النبی کی قیادت میں شرعی حکومت کے قیام کا اعلان ہوا۔ مغلیہ سلطنت نے اسے بغاوت پر محمول کیا اور فوج کشی کر کے اس تحریک کا استیصال کر دیا لیکن کسے معلوم تھا کہ آخر حضرت امیر کبیر کا یہ مشن بالآخر ایک نامور فلسفی اور شاعر کشمیری کے ہاتھوں انجام پائے گا۔ علامہ اقبال نے پاکستان کا تصور پیش کر کے حضرت امیر کبیر سے اپنی عقیدت کا وہ ثبوت مہیا کیا جو ابد الآباد تک یادگار رہے گا۔ اس لحاظ سے دیکھا جائے تو حضرت امیر کبیر کی دعوت تبلیغ و ارشاد کا سب سے فیض بخش ثمر آج پاکستان کی صورت میں نقشۂ عالم پر

باقی صفحہ ۱

حضرت سید علی ہمدانی کا سیاسی فلسفہ

ڈاکٹر ریاض احمد
قائد اعظم یونیورسٹی
اسلام آباد

چودھویں صدی عیسوی میں کشمیر خراسان اور ترکستان میں جس ہستی نے تبلیغ اسلام کے لئے سب سے زیادہ مساعی کیں اور ان کے اثر کو ان علاقوں کے لوگوں نے سب سے زیادہ محسوس کیا وہ ذات گرامی قدر حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی کی ہے۔ آپ نے دینی زندگی کو اسلامی فلسفہ کے مطابق ڈھالا اور مجاہدہ بالنفس کیا اور پھر مختلف علاقوں میں اسلام کی اشاعت کے لئے کام کیا۔ اس مقصد کے تحت آپ تین بار کشمیر آئے اور اشاعت اسلام کے لئے آپ کی ذات نے گہرے اثرات مرتب کئے۔

آپ ایک اعلیٰ پایہ کے عالم، محقق اور صوفی بزرگ تھے۔ اسلام کے ایک عظیم سکالر کی حیثیت سے آپ نے زندگی کا ایک فلسفہ پیش کیا جو کہ آپ کی ۱۷۲ کے قریب تصانیف رسائل اور مکتوبات پر مشتمل ہے۔ یہ کتب و رسائل اقتصادیات، حکمت، سیاسیات قانون، ماحولیات، انسانی نفسیات اور نظام حکومت سے متعلق ہیں۔ آپ چونکہ ایک مخصوص سیاسی فلسفہ رکھتے تھے۔ جو کہ انسانی زندگی کے لئے انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے اس اہم موضوع کو بیان کرنے کے لئے آپ نے اپنی عظیم شاہکار کتاب "ذخیرۃ الملوک" تحریر کی۔

پیشتر اس کے کہ کتاب میں مندرجہ فلسفہ سے متعلق بحث کی جائے۔ یہ جاننا ضروری ہے کہ حضرت ابو بکر کے سیاسی فلسفہ کی بنیاد کیا ہے اور دوسرے اس فلسفہ کی نوعیت کیسی ہے۔ جہاں تک بنیاد کا تعلق ہے تو اس کے تین ماخذ ہیں۔ (۱) قرآن و سنت۔ ہر حصہ کو قرآن پاک کی کسی آیت اور حدیث رسولؐ سے شروع کرتے ہیں اور درمیان میں بھی احادیث کی بھرمار ملتی ہے۔

(۲) سنت خلافت راشدہ۔ حکمرانی کے اصول کو مزید واضح کرنے کے لئے حضرت عمر اور حضرت علی کے نمونوں کو زیادہ تر پیش کیا گیا ہے۔

(۳) بنو امیہ، بنو عباس اور دیگر مسلمان خلفاء اور سلاطین کی مثالیں بھی بعض مقامات پر ملتی ہیں۔ جو کہ حکمرانی کے اصولوں کو واضح کرنے کے لئے دی گئی ہیں۔ خاص طور پر عباسی خلفاء کی جیسا کہ مامون الرشید کے حوالے سے بعض امور بیان کئے گئے ہیں۔

سیاسی لحاظ سے فلسفہ کی نوعیت اس طرح کی ہے کہ انسانی زندگی کو ہمہ گیر حیثیت سے مانا گیا ہے۔ جس میں سیاسی پہلو انسانی اجتماعی اور انفرادی زندگی کا ایک پہلو ہے۔ حضرت امیر کبیرؒ کی نظر میں اگرچہ یہ پہلو انتہائی اہمیت رکھتا ہے لیکن زندگی کے اس حصے کو موثر نہیں بنایا جا سکتا جب تک کہ اسے انسانی زندگی کے دیگر انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کی حمایت حاصل نہ ہو۔ اس لئے آپ نے ذخیرۃ الملوک کے دیگر بابوں میں ان پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے کہ اس سے ایک بہت اہم بات ابھر کر سامنے آتی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ جس طرح حکمرانوں پر اہم ذمہ داریاں ہیں اس طرح اسلامی ریاست کے ہر شہری پر بھی فرائض عائد کئے گئے ہیں۔ یہ اس لئے کہ بعض نظریات اور ذمہ داریاں حکمرانوں اور عوام پر یکساں فرضیت کا درجہ رکھتی ہیں۔ جن پر عمل کرنا سب کا بنیادی فرض ہے۔

مشترک نظریات۔ اسلامی ریاست میں حکمران، امراء اور عوام کی مشترک نظریات کا حامل ہونا چاہئے۔ وہ ہیں اللہ کی ذات پر یقین، حضرت محمدؐ کی اعلیٰ حیثیت حیات بعد از موت پر یقین، ملائکہ دوزخ اور جنت پر ایمان جہاں تک دنیاوی زندگی کا تعلق ہے۔

اس بارے میں اسلام کا خاص نظریہ رکھنا چاہئے وہ یہ کہ زندگی کو مجموعہ نیکی اور بدی سمجھنا چاہئے۔ عوام، امرا اور حکمرانوں کو چاہئے کہ وہ پہلے تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بارے میں شعور پیدا کریں جیسا کہ امیر کبیرؒ نے ذخیرۃ الملوک کے ساتویں باب میں تفصیل سے وضاحت کی ہے۔ پھر احکام الٰہی کو نافذ کرنے کے لئے حکمرانوں اور عوام کو آپس میں تعاون کرنا چاہئے تاکہ بدی کے خلاف متحدہ اقدامات اٹھائے جائیں۔ پھر اسی باب میں حکمرانوں، امرا اور عوام کے حقوق کی نشاندہی کی گئی ہے۔ اور جس طرح حکمرانوں کے حقوق اور ان کی ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں اس طرح عوام کے حقوق کی نشاندہی کی گئی ہے۔ جن میں سے بعض تو ایسے ہیں کہ ان کو حکومت کسی صورت بھی سلب نہیں کر سکتی۔ جیسا کہ حکمران، بلا اجازت کسی کے گھر داخل نہیں ہو سکتے۔ اس طرح ہر طبقے کا اپنا اپنا دائرہ اختیار طے کر دیا گیا ہے۔ اور ہر ایک کو کہا کہ وہ اپنے دائرہ اختیار میں رہ کر اپنے فرائض کی انجام دہی کرے۔ ان فرائض کی انجام دہی میں اگر کسی مشکل کا سامنا کرنا پڑے تو صبر و تحمل سے کام لینا چاہئے۔ جیسا کہ انہوں نے اس بات کو باب نہم میں بیان کیا، فرائض کی انجام دہی میں اگر کامیابی ہو جائے تو تکبر بھی نہیں کرنا چاہئے جس طرح کہ آپ نے دسویں باب میں تحریر کیا۔

چونکہ انسان کی اجتماعی زندگی میں خاندان اور قبیلہ نہایت اہم کردار ادا کرتے ہیں اس لئے حضرت امیر کبیرؒ نے وضاحت کے ساتھ باب چہارم میں ان رشتوں کو جائز اور صحیح بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے خیالات کا اظہار کیا اور واضح کیا کہ اسلام کی نظر میں بچوں کے لئے والدین کا مقام، بیوی کے لئے خاوند کا مقام، والدین پر اولاد کے فرائض، خاوند پر بیوی کے حقوق اور پھر معاشرے میں رشتہ داروں کے آپس میں حقوق، آقاؤں پر ملازموں کے حقوق، دوستوں کے دوستوں پر حقوق کی نشاندہی کی گئی۔ ان اصولوں پر چل کر ہی انسان ایک دوسرے کا دوست اور ہمدرد بن سکتا ہے۔ اسلام کا چونکہ بنیادی مقصد انسانی برادری میں بھائی چارہ اور ہمدردی کو فروغ بخشنا ہے اس لئے ان تمام اچھے اصولوں کی نشاندہی کر دی گئی جن پر چل کر انسانوں میں بھائی چارے اور ہمدردی کی فضا پیدا ہو سکے۔ ان امور کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے جو انسانی رشتوں کو خراب کرتے ہیں اور ان میں خرابی پیدا کرتے ہیں اور معاشرہ میں فساد، فسق و فجور کو فروغ بخشتے ہیں اس طرح معاشرے کو تمام نیکیوں اور بدیوں کی نشاندہی کر دی گئی ہے انسانوں کے درمیان بات چیت کے لئے انسانی زبان کے استعمال کو اسلام میں بڑی اہمیت حاصل ہے۔ حضورؐ کی ایک حدیث کے مطابق حسن خلق اور انسان کے دوسرے کے ساتھ احسن طریقے سے بات کرنے کو بہترین صدیقہ سے تعبیر کیا ہے۔ باب سوم میں اس سے متعلق بحث کی گئی ہے۔ جو کہ حکمرانوں اور عوام کے لئے یکساں ضروری قرار دیا گیا۔

پانچویں باب میں آپ نے خلفا، سلاطین، حکمرانوں، گورنروں، وزرا، اور دیگر صوبائی اور علاقائی امراء کے طرز زندگی اور ان کے فرائض سے بھی بحث کی ہے۔ طرز زندگی کے نمونے کے طور پر آپ نے حضرت موسیٰؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت علیؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ کے زندگی کے نمونے دے کر واضح کیا کہ حکمرانوں کو سادہ طرز زندگی کو اپنانا چاہئے۔ پھر آپ نے تحریر کیا کہ حکمرانوں، سلاطین اور عاملوں کو درج ذیل دس شرطوں پر پورا اترنا چاہئے۔

پہلی شرط یہ ہے کہ رعایا کو جو واقعہ پیش آئے، بادشاہ اور حاکم اپنے آپ کو اس حادثہ میں رعایا سے بھی ایک تصور کرے اور دوسرے کو اپنا حاکم سمجھے اور جس طرح دوسرے کا حکم اپنے آپ پر جائز نہیں سمجھتا ویسا ہی اپنا حکم دوسرے پر جائز نہ رکھے جو کچھ اپنے لئے پسند نہ کرے وہ کسی کے لئے بھی پسند نہ کرے۔

دوسری شرط یہ ہے کہ مسلمانوں کی، حاجتوں کے قضا کرنے کو ہی بہتر عبادت سمجھے۔ کیونکہ حدیث میں آیا ہے کہ ایک مومن کا دل خوش کر دینا آدمیوں اور جنوں اور پریوں کی عبادت کے برابر ہے پس مسلمان بادشاہ کی یہ شرط ہے کہ محتاجوں کی حاجتوں کا ہمیشہ ہی منتظر رہے اور جب اس کو یہ معلوم ہو کہ ایک مسلمان اس کے دروازے پر منتظر اور محتاج بیٹھا ہے۔ جب تک اس کی حاجت کو روا نہ کرے کسی عبادت میں مشغول نہ ہو اور اپنے نفس کے آرام کے واسطے مسلمانوں کی حاجتوں کو توقف میں نہ ڈالے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ کھانے اور لباس میں خلفائے راشدین کی اقتدا کرے اور نفس کو اچھا کھانا کھانے اور قیمتی

لباس پہننے کی عادت نہ ڈالیں۔ محلات میں نہ رہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ شرعی حکم دینے میں نرمی کرے اور بے وجہ سخت گیری نہ کرے اگر کوئی عذر پیش کرے تو اس کو غور سے سنے اور ضعیفوں اور مسکینوں کے ساتھ بات کرنے میں شرم نہ کرے۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ خلقت کی خوشنودی کے لئے حکم الہی میں سستی اور نرمی نہ کرے اور لوگوں کی خوشنودی کے واسطے خدا اور شرع کی مخالفت نہ کرے اور یہ سمجھے کہ حکومت کی خاصیت یہ ہے کہ ہمیشہ خلقت حاکم سے ناراض رہتی ہے کیونکہ مدعی اور مدعا علیہ دونوں کو ہم خوش نہیں کر سکتے۔ حکم دینے میں خدا کو راضی رکھے۔ خلقت کی دشمنی کی پروانہ کرے۔ کیونکہ حاکم عادل سے تمام خلقت کا خوش ہونا ممکن نہیں ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور اس کو طاقت ہے کہ تمام خلقت کو راضی کر دے۔ چنانچہ رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے جس نے لوگوں کی ناراضگی کے درمیان اللہ کو راضی کر لیا۔ اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

چھٹی شرط یہ ہے کہ حکومت اور ولایت کے خطرات سے غافل نہ ہو اور یقیناً سمجھے کہ امیر اور حاکم ہونا خدا کی مہربانیوں سے ہے۔ اسی امارت اور حکومت سے آخرت کو نیک نامی حاصل کر سکتا ہے اور اسی سے ابدی بدبختی پیدا کر سکتا ہے۔

ساتویں شرط یہ ہے کہ صلحاء اور علمائے دین کی صحبت کا خواستگار ہو۔ اگرچہ یہ قوم اس زمانے میں بہت کم ملتی ہے اور کم یاب ہے۔ خاص کر اس ولایت میں۔ اگر خوش قسمتی سے ان کی صحبت مل جائے۔ ان کے دیدار کا حریص ہو۔ ان کی نصیحت کو اپنی سعادت سمجھے۔ دجال سیرت چاپلوسی کی صحبت اور مسمی بد ذاتوں کے ملاپ سے جو اس زمانے میں اپنے آپ کو علماء کی صورت میں اور مشائخ کی سیرت میں دکھلاتے ہیں اور دنیاوی طمع کے واسطے ہر کمینہ کی تعریف کرتے ہیں، احترام کرے کیونکہ یہ لوگ دین کے اجاڑنے والے ہیں، خواہ ان کی شکل فقیروں اور عالموں کی سی ہو۔ خلیفہ ہارون الرشید کے دور میں خلیفہ کو ایک درویش کی نصیحت کی شکل میں اس بات کو حضرت امیر کبیرؒ نے مزید وضاحت کی۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ تکبر کے لئے خلقت کو اپنے واسطے بیزار نہ کر دے۔ بلکہ ضعیفوں اور زیردستوں پر مہربانی کرکے ان کا عزیز بن جائے کیونکہ رسولؐ نے فرمایا ہے کہ تمہارے اچھے بادشاہ اور حکمران وہ ہیں جو تم کو دوست رکھتے ہیں اور تم ان کو۔ اور برے حاکم وہ ہیں کہ تم ان کو دشمن جانو اور وہ تم کو۔

نویں شرط یہ ہے عقلمندی اور غور سے کام لے۔ بادشاہ اور حاکم پر واجب ہے کہ حوادث کے پیدا ہونے کے ابتدا میں وقائع کے واقع ہونے کے آغاز میں بڑی گہری نظر سے دیکھے اور فہم اور عقل کی بارگاہ میں یہ حکم کی حقیقت کی چھان بین کرے اور بصیرت کی آنکھوں سے اس کے عوارض اور لواحق میں غور کرے اور کھلم کھلا بات ہو تو اس کو شرعی مسائل سے فیصلہ کر دے۔ اگر پیچیدہ اور مشکل ہو۔ تو اس کی تہ کو نور فراست سے معلوم کرے۔ اور مدعی اور مدعا علیہ کا اعتبار نہ کرے۔ کیونکہ معاملات اور تنازعوں کی حدود غیر متناہی ہوتی ہے اور مسائل کی صورتیں بھی بے انتہا اور لاانتہا ہیں۔

دسویں شرط یہ ہے کہ اپنے نوکروں چاکروں کی خیانت سے غافل نہ رہے اور بھیڑیوں کی عادت والے ظالموں کو بے چارے مظلوموں پر افسر نہ بناوے۔ جب ایک کا ظلم اور خیانت ظاہر ہو جائے تو اس کا مواخذہ عقوبت کرے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور بادشاہی رعب و داب میں سہل انگاری نہ کرے اور دولت مندوں کو نصیحت سے بھی اور خوف سے بھی راہ راست پر لائے۔

ان شرائط کے بیان کے بعد آپ نے تحریر کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے حکومت اور بادشاہی کی باریکیوں کے حاصل کرنے کے لئے (جو فہم اور ادراک اور خود فراست کا نتیجہ ہے) مشروط کر دیا ہے کہ اپنے جھگڑوں کو رسولؐ اور اولی الامر کی طرف پھیرو اور اولی الامر ایسے ہوں کہ ہر مقدم میں بال کی کھال اتار لیتے ہوں اور جب بادشاہ کو خلقت کا میل ملاپ سے واقف ہونا ضروری ہے۔ اس لئے خلقت کا حال اس کو ضرور دریافت کرنا چاہئے اور ان کا حال لوازمات سے یعنی فراست سے دریافت کرے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ فراست دو قسم کی ہے ایک فراست شرعی اور دوسری فراست حکمی۔ فراست شرعی۔ اس نور یقین سے مراد ہے کہ اخلاق رویہ سے نفس کو پاک کرنے کے لئے بری اوصاف سے اور دل کی صفائی حاصل کرنے سے جہالت کا پردہ اور غفلت کا حجاب بصیرت کی آنکھ سے دور ہو جاتا ہے۔ پھر وہ وقت آجاتا ہے

کہ مومن حقیقی اللہ کے نور سے ہی دیکھتا ہے بلکہ اس مقبول بندے کی آنکھ اور کان اور ہاتھ اور پاؤں خدا ہی کے ہو جاتے ہیں۔ اور اس کے سامنے زمین اور آسمان کو کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی۔ دوسری فراست عملی وہ ہے کہ علماء نے تجربہ کرکے اس کو دریافت کیا اور اس کی دلیلوں کو علیم نے اپنے قیاس میں لکھا۔ اس قسم کی معرفت کا حاصل کرنا ہر ایک کے لئے ممکن نہیں۔

اسی طرح حضرت امیر کبیرؒ نے عوام کے حقوق کو بھی بیان کیا ہے آپ نے لکھا کہ جس طرح عوام دو قسم کے ہوتے ہیں یعنی ایک تو مومن یا مسلمان ہوتا ہے اور دوسرا گروہ غیر مسلم یا کافروں پر مشتمل ہے۔ اس طرح رعایا کے حقوق بھی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ مسلمان رعایا کے کئی حقوق بادشاہ یا حاکم پر ہیں اور ان کا ادا کرنا ہر حاکم پر فرض ہے۔

پہلا حق یہ ہے کہ تمام مسلمانوں کے ساتھ متواضع رہے اور حکومت و ولایت کے خیال سے کسی مسلمان پر تکبر نہ کرے۔

دوسرا حق یہ ہے کہ عوام الناس کی باتوں کو ایک دوسرے کی نسبت نہ سنے کیونکہ اس کا نتیجہ فتنہ اور ندامت کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا۔ خاص کر فاسدوں خود غرضوں اور بخیلوں اور لالچیوں کی بات نہ سنے کیونکہ طامع آدمی اپنے ایک لقمے کے واسطے تمام خلقت کو رنج دیتا ہے۔ اس کی وضاحت کے لئے حضرت علیؓ کے ساتھ پیش آنے والے ایک واقعہ کو بیان کیا۔

چوتھے عدل و احسان کا فیض تمام رعایا پر درجہ مساوات میں رکھے اور احسان کرنے میں اہل اور نااہل میں تمیز نہ کرے کیونکہ بادشاہ خدا کا سایہ ہوتا ہے اور خدا کی نعمت کافر اور مومن پر برابر ہے۔

پانچواں حق یہ ہے کہ حکومت اور بادشاہی کے رعب و داب سے مسلمانوں کے گھروں میں بدنظری نہ کرے اور لوگوں کے گھروں میں ان کی اجازت کے بغیر داخل نہ ہو۔ رسولؐ کی یہی سنت تھی۔

چھٹا حق یہ ہے کہ خلقت کے مختلف اقسام کے ساتھ ہم معاملہ اور کلام کرنا ہر ایک آدمی کے درجے اور مرتبے کے مطابق ہونا چاہئے۔

ساتواں حق یہ ہے کہ مجلس میں بوڑھوں کی عزت کرے خاص طور پر ان بوڑھوں کی جو دیندار ہوں۔ پھر اس کے ساتھ ساتھ بچوں کو مہربانی کی نظر سے دیکھے۔ رسولؐ کی احادیث سے اس کو ثابت کیا۔

آٹھواں حق یہ ہے کہ جس مسلمان کے ساتھ کسی چیز کا وعدہ کرے۔ اس کو پورا کرے۔ اور اس کے برخلاف ہرگز نہ کرے۔ قرآنی آیات اور اقوال رسولؐ سے اس کو مزید واضح کیا۔

نواں حق یہ ہے کہ حکم دینے میں ترش روی نہ کرے اور امیر و غریب کے ساتھ کشادہ پیشانی سے پیش آئے اور ضعیفوں کے ساتھ نہایت نرمی سے بات کرے۔

دسواں حق یہ ہے کہ دور حکومت میں انصاف کو مقدم رکھے۔ چنانچہ اپنا انصاف خلقت سے مانگے اور خلقت کا انصاف اپنے نفس سے اور مسلمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرے کہ اگر وہ معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے تو ناراض نہ ہو۔

گیارہواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کے باہمی صلح میں جہاں تک ہو سکے جلدی کرے اور کھلے کھلے جھگڑوں کے فیصلہ میں دیر نہ کرے ورنہ وہ معاملہ فساد اور عداوت تک پہنچ جائے گا۔

رسول علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں تم کو اس کام کی اطلاع دوں جو روزے، نماز اور صدقے سے بہت اچھا ہے۔ آپ نے فرمایا وہ مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا ہے۔

بارہواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کے گناہوں کے اظہار میں کوشش نہ کرے۔ چھوٹے چھوٹے قصوروں پر رعایا کو نہ ستائے اور خلقت کی کج رائیوں سے حتی الامکان چشم پوشی کرتا رہے اور خلقت کے عیب کو چھپاتا ہی رہے۔

تیرہواں حق یہ ہے کہ حاکم یا بادشاہ شہوات اور شبہات کو اختیار کرکے خلقت کو خراب نہ کرے اور شک رفع کرنے کے واسطے تہمت کے موقع سے پرہیز کرے۔ اگر خدانخواستہ اس سے کوئی برا کام ہو جائے۔ تو چھپا رکھے کیونکہ عام لوگوں کی اصلاح اور خرابی بادشاہ کے تابع ہوتی ہے۔

چودہواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اکثر مشکلات حاکم کی سفارش پر موقوف ہوتی ہیں اور حاکم کی سفارش سے وہ کام ہو جاتا ہے۔

پندرہواں حق یہ ہے کہ زبردست اور دولتمند دنیاداروں کے مقابل میں بے چارے غریب کمزوروں کی رعایت کرے اور

فقیروں اور اہل اللہ کے ساتھ اکثر ہم نشینی کرے۔

سولھواں حق یہ ہے کہ اہل فاقہ کے حالات سے غافل نہ ہو۔ کمزوروں اور عاجزوں کے فاقہ روکنے میں غفلت نہ کرے اور یتیموں اور بیواؤں کی دل جوئی کو اپنے آپ پر فرض سمجھے۔

سترہواں حق یہ ہے کہ سلطنت راستے حکومت کے بل بوتے پر چوروں اور راہ گیروں کے خوف سے صاف کرے اور جو شخص کسی مسلمان کو رستے میں تکلیف پہنچائے اس کو تلاش کر کے ضرور سزا دے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور رستہ میں جہاں کسی خوف کی جگہ ہو وہاں عمارت بنوا دے۔ اگر عمارت بنوانے کی گنجائش نہ ہو تو نگہبان مقرر کر دے۔

اٹھارہواں حق یہ ہے کہ ولایت میں جس جگہ سرائے یا پل کی ضرورت ہو ان کے بنانے میں بہت جلدی خیال کرے۔ اس میں غفلت نہ برتے حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص راستے پر پل اس غرض سے بناتا ہے کہ مسمان اس سے باآرام سفر کریں۔ اللہ تعالیٰ اس پر پل صراط کا گزرنا آسان کر دے گا۔

انیسواں حق یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہر ایک شہر میں مسجد بنوائے اور امام اور موذن مقرر کرے اور ان کے گزارے کے وظائف مہیا کرے تاکہ وہ اطمینان سے نماز ادا کریں۔

بیسواں حق یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ہاتھ سے نہ جانے دے اور نصیحت دینی کو خاص و عام سے دریغ نہ کرے اور اپنے ملک کی رعیت کو حکم دے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو۔ معاصی اور مناہی سے سیاست و تدبیر کے ساتھ منع کرے۔

غیر مسلموں کے حقوق کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت امیر کبیرؒ نے حضرت عمرؓ کے اس عہد نامے کو نقل کیا ہے جو حضرت عمرؓ نے مجوسیوں اور اہل کتاب کے ساتھ کیا۔ اس کی بھی بیس شرائط ہیں جو کہ یہ ہیں۔

۱۔ میں علاقہ کا حاکم مسلمان ہو اس ولایت میں بت خانہ اور گرجا نہ بنایا جائے۔

۲۔ بت خانے یا گرجا کی عمارت پرانی ہو جائے یا ویران ہو جائے تو نئی نہ بنائیں۔

۳۔ اگر مسلمان مسافر ان کے بت خانوں میں اتارا کریں تو ان کو منع نہ کریں۔

۴۔ اگر مسلمان ان کی منزلوں میں اتریں اور ان کو تین دن تک وہاں رہنا پڑے تو ان کے کھانا کھلانے میں کوتاہی نہ کریں۔

۵۔ اسلامی ولایت میں جاسوس نہ بنیں اور جاسوسی نہ کرنے پائیں اور کسی جاسوس کو رہنے نہ دیں۔

۶۔ اگر ان کے رشتے دار اسلام قبول کرنے کی خواہش کریں تو وہ ان کو منع نہ کریں۔

۷۔ مسلمانوں کی عزت کریں۔

۸۔ جب وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے ہوں اور مسلمان آجائیں تو مجلس میں ان کے ساتھ بیٹھے رہیں۔

۹۔ مسلمانوں کے لباس کی مشابہت نہ کریں۔

۱۰۔ مسلمانوں کے ناموں کی طرح اپنے بچوں کے نام نہ رکھیں۔

۱۱۔ گھوڑے پر زین ڈال کر اور لگام دے کر سوار نہ ہونے پائیں۔

۱۲۔ تلوار اور تیر ہاتھ میں نہ رکھیں۔

۱۳۔ انگوٹھی نگینہ والی جس میں نام کندہ کیا گیا ہو، نہ پہنیں۔

۱۴۔ نہ شراب فروخت کریں نہ ظاہر ہو کر پئیں۔

۱۵۔ مشرکوں کی عادات و رسوم کو مسلمانوں کے درمیان ظاہر نہ کریں۔ ۱۶۔ جاہلیت کے زمانے کے لباس کو ترک نہ کریں تاکہ وہ پہچانے جائیں۔

۱۷۔ مسلمانوں کے پڑوس میں اپنا گھر نہ بنائیں۔

۱۸۔ اپنے مردوں کو مسلمانوں کے قبرستان میں نہ لے جائیں اور نہ ہی وہاں دفن کریں۔

۱۹۔ اپنے مردوں کے ماتم میں رونے کی آواز بلند نہ نکالیں۔

۲۰۔ مسلمان غلاموں کو نہ خریدیں یعنی وہ غلام نہ خریدیں جو مسلمان ہو۔

پھر ان ذمہ داریوں کو نبھانے کے لئے بادشاہ اور حکمران کو اراکین، سلطنت وزیر، نائب، منشی، کوتوال، قاضی، کاردار اور عامل کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو اس کی ذمہ داریوں کو نافذ کرنے کے لئے اس کی مدد کریں اور شرعی احکامات کو عملی جامہ پہنائیں۔ پھر سب سے بڑھ کر ایسے ذی شعور افراد کی ضرورت ہے جو یہ دیکھیں کہ بادشاہ یا حکمران یا اس کا عامل اسلام کے مطابق حکومت کر رہے ہیں یا نہیں یہ کام بادشاہ کو بھی چاہئے کہ وہ ہر شعبہ میں محتسب مقرر کریں جن کا کام یہ ہے کہ وہ دیکھیں کہ اسلامی مقاصد کے حصول کے لئے حکومت کا ہر فرد اپنے فرائض کو انجام دہی میں کوتاہی تو نہیں کر رہا۔ اس بارے میں آپ نے

بعض احادیث نقل کی ہیں۔ سب سے اہم حدیث یہ ہے کہ بقول حضرت ابو بکر صدیق ایک دفعہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ اگر کوئی قوم حق کی مخالفت کرے اور معاصی اور مناہی کو اختیار کرے اور ایک آدمی اس قوم میں ایسی طاقت اور حوصلہ والا موجود ہے جو ان کو اپنے افعال پر سرزش کر سکتا ہے اور ان کو برے کاموں سے روک سکتا ہے اور وہ باوجود اس قدرت کے نہیں روکتا تو اللہ تعالیٰ اس قوم کے تمام بندوں کو خواہ نیک ہوں یا برے عام عذاب میں گرفتار کر دیتا ہے اور اپنا عذاب سب پر عام کر دیتا ہے۔

محتسب کی ذمہ داریوں سے بحث کرتے ہوئے حضرت امیر کبیر نے تحریر کیا کہ محتسب کو احتساب میں پانچ حالتیں اختیار کرنی چاہئیں۔ مگر وہ ظاہری نہ ہوں باطنی ہوں۔ اول تعریف، دوم نرم نرم لفظ اور سنجیدہ باتیں، تیسرے سخت گیری اور دشنام سے بچنا یعنی یہ کہنا کہ اے جاہل، اے احمق، اے بے شرم، چوتھے منکرات سے منع کرنا جبکہ وہ فعل منکر ہو مثلاً شراب کے برتنوں اور آلات مناہی کو توڑنا اور ریشمی کپڑوں کو مردوں سے اتار دینا اور اشیاء غصب کردہ کو اصل مالک کی طرف واپس کرنا، پانچویں ڈرنا، خوف دلانا یا مارنا۔

اگر وہ سمجھے کہ ملامت اور جھڑک میں مار کوٹ کی حاجت پڑتی ہے اور یہ معاملہ شور اور فساد تک پہنچنے والا ہے تو بادشاہ اور حاکم کے اذن کے بغیر نہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ ایسے امور میں اگر حاکم کی شمولیت ہو جائے تو پھر کسی قسم کا خوف، خطرہ اور فتنہ کا اندیشہ نہ رہے گا اور عام شورش کا کوئی ڈر نہ رہے گا۔

پھر آپ نے فرمایا کہ احتساب تین قسم پر ہے اول احتساب برابر کا برابر پر اور احتساب عوام کا عوام پر ہے اور احتساب خواص کا خواص پر ہے۔

دوسرے احتساب اعلیٰ کا ادنیٰ پر جیسا کہ بادشاہ کا احتساب رعایا پر اور والدین کا فرزند پر اور خاوند کا عورت پر اور افسر کا ملازم پر۔

تیسرا احتساب ادنیٰ کا اعلیٰ پر جیسا کہ رعیت میں سے ایک کا احتساب بادشاہ پر ہو اور شاگرد کا استاد پر اور فرزند کا باپ پر اور عورت کا خاوند پر اور نوکر کا افسر پر۔

اس احتساب کے طریقوں اور اقسام کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ اور سب کا ماحاصل یہ ہے کہ محتسب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے بخوبی واقف ہونا چاہیئے اور دیکھنا چاہیئے کہ حکومت کے تمام کارندے اور رعایا ان کے مطابق زندگی گزار رہے ہیں یا نہیں جہاں تک اس کو دیکھنا چاہیئے کہ ائمہ، مساجد، اساتذہ اور قاضی اپنے فرائض انہی اصولوں کے مطابق انجام دے رہے ہیں یا کہ نہیں جہاں کہیں بھی خرابی دیکھتے اس کے خلاف فوری اقدامات کرنے چاہئیں۔

پھر آپ نے آخر میں اس بات کو بھی واضح کیا کہ احتساب کا عمل اس وقت تک مکمل نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسلمانوں میں یہ شعور پیدا نہ ہو جائے کہ احکام الہی پر عمل پیرا ہونا حکومت اور عوام سب کی یکساں ذمہ داری ہے۔ اس مقصد کی وضاحت کے لئے آپ نے اللہ کے اس فرمان کو نقل کیا جس کا ترجمہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اپنی حالت کو بدلنے کے لئے تیار نہ ہو جائیں۔

یہ بات تبھی ہو سکتی ہے اگر قوموں کے شعور زندہ ہوں۔ قومی شعور تبھی بیدار ہوتا ہے اگر اس قوم میں تعلیم کو عام کیا جائے اور آپس میں بھائی چارہ اور محبت کی فضا پیدا کی جائے۔

مندرجہ بالا باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت امیر کبیر نے کسی خاص قسم کے سیاسی ڈھانچے کی نشاندہی نہیں کی جس طرح کہ ہم آج کے دور میں دیکھتے ہیں کہ ہر ملک میں ایک مخصوص قسم کا سیاسی ڈھانچہ مروج ہے۔ بلکہ انہوں نے اس دور کے مروجہ سیاسی ڈھانچہ بعض بادشاہت کے اصول و ضوابط کو اسلامی خطوط پر ڈھالنے کے لئے اپنے مفید مشوروں سے نوازا۔

اسلام میں بھی کسی مخصوص سیاسی ڈھانچے سے بحث نہیں کی گئی بلکہ ان مقاصد اور عوامل سے بحث کی ہے جو ایک حکومت اپناتی ہے۔ اس بات کو اسلام نے عوام پر چھوڑ دیا ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں کے مزاج کے مطابق سیاسی ڈھانچہ ترتیب دیں۔ یہ بات شاید جان بوجھ کر کی گئی ہے کیونکہ اسلام ایک آفاقی مذہب اور نظام زندگی ہے جو کہ انسانی زندگی کے بنیادی انفرادی اور اجتماعی پہلوؤں کو صحیح خطوط پر استوار کرنا چاہتا ہے۔ سیاسی نظام لوگوں کا اپنا اور آپس کا معاملہ ہے۔ اسلام میں ہر قسم کے سیاسی سسٹم کی گنجائش موجود ہے بشرطیکہ وہ اسلام کے بنیادی اصول کے مطابق کام کرے۔ جس طرح یہ واضح کر دیا گیا

ہے کہ یہ ہر قسم کے سیاسی نظام میں حکومت کا فرض ہے کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھنے کا حکم دے اور امیروں سے زکواۃ لے کر غریبوں میں تقسیم کرے۔ حکومت کی پالیسی اسلام کے دیگر اصولوں کے مطابق بھی ہونی چاہیے۔ ان شرائط پر ہر قسم کے سیاسی نظام سے اسلام کا سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔

اس طرح حضرت امیر کبیرؒ نے وہ خصوصیات اور پالیسی میژرز طے کر دیئے جو کہ ایک حکمران، بادشاہ یا خلیفہ کے لئے ضروری ہیں۔ یہ اس لئے ضروری سمجھا گیا کہ حکومت چونکہ لوگوں پر حکمرانی کرتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس سے لوگ انفرادی اور اجتماعی طور پر اسلام کے کسی اصول پر چلنے سے قاصر ہو جائیں۔ پھر یہ بھی مفید ہے کہ معاشرے میں اچھائی فروغ پائے اور برائی کا سد باب کر کے اس کا قلع قمع کیا جائے تاکہ شریف شہری پر امن زندگی بسر کر سکیں۔ یہی انسانیت کا مقصد ہے اور اسلام کا نصب العین ہے۔ اس لئے سید امیر کبیرؒ عدلیہ اور ماتحتوں کے فرائض سے تو بحث کرتے ہیں لیکن اس تفصیل میں نہیں گئے کہ کس طرح وہ انتظامی طور سے کام کریں یا ملک کی انتظامیہ کی کامیابی کے لئے کیا شرائط ضروری ہیں۔ آپ نے روح اسلام کے مطابق سیاسی نظام کے بنیادی امور سے ہی بحث کی ہے اور اس کے فائدے اور نقصانات پر روشنی ڈالی۔

جہاں تک فقہ کا تعلق ہے اس سلسلے میں حضرت امیر کبیرؒ نے زور دے کر لکھا کہ یہ سلطنت میں ایک فقہ ہونا چاہیے۔ یعنی ایک شخص اور سلطنت کو ایک ہی فقہ اختیار کرنا چاہیئے اور ایک دفعہ ایک فقہ کا انتخاب ہو جائے تو پھر زندگی کے تمام پہلوؤں کو اس فقہ کی روش میں استوار کیا جائے۔

کتابیات

۱۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی، ذخیرۃ الملوک، لاہور
۲۔ میر سید مشتاق ہمدانی، کشمیر اسلام کے سائے میں، سرینگر، کشمیر، ۱۴۰۳ھ
۳۔ ڈاکٹر محمد ریاض، حضرت میر سید علی ہمدانی
۴۔ ڈاکٹر آغا حسین ہمدانی، تذکرہ شاہ ہمدان، راولپنڈی، ۱۹۷۲ء
۵۔ محمد اقبال، جاوید نامہ، لاہور
۶۔ سیدہ اشرف ظفر، امیر کبیر، سید علی ہمدانی، لاہور، ۱۹۷۲ء
۷۔ سید حسن شاہ، تاریخ حسن، سری نگر
۸۔ تاریخ رشیدی
۹۔ تاریخ مختار
۱۰۔ تاریخ دیدمیری
۱۱۔ تزک جہانگیری
۱۲۔ مانوہر کول، کشمیر ہندو، بدھست اور مسلم آرکیٹکچر
۱۳۔ ایس۔ سی۔ رے، کشمیر کی تاریخ اور کلچر
۱۴۔ اسرار الابرار
۱۵۔ اسرار الاخبار
۱۶۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی، چہل اسرار
۱۷۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی مودۃ القربے
۱۸۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی ذکرہ
۱۹۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی اعتقادیہ
۲۰۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی اسراریہ
۲۱۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی چہل حدیث
۲۲۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی مجمع الاحادیث
۲۳۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی منہاج العارفین
۲۴۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی اصطلاحات صوفیہ
۲۵۔ امیر کبیر علی بن شہاب ہمدانی مکتوبات شریف
۲۶۔ محمد اعظم، واقعات کشمیر، لاہور

تصوف روح اسلام (قسط نمبر۱)

صوبیدار محمد اسماعیل عاصی سریکی

اخلاق محمدیؐ وہ خلق عظیم ہے۔ جسے تصوف کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ تصوف کی کنہ میں دو عظیم اوصاف موجود ہیں۔ اول اخلاق حسنہ "تصفیہ اخلاق" اور دوم اپنے نفس کے ساتھ جہاد کرنا۔ یہ اعمال ہر اس نیک و کامل مسلمان کا خاصہ ہوتے ہیں۔ جس کا مقصود رضائے الہٰی ہے اور جس کے اخلاق میں بے خودی کے رموز پنہاں ہیں اور جہاد نفس میں خودی کے جواہر بے پایاں ہیں۔ ان ہر دو میدانوں میں کمال حاصل کرنے سے ہی بندہ میں صفات خداوندی کا انعکاس وورود غالب ہو جاتا ہے۔ وہ نیابت الہٰی کو سنبھالنے کا اہل نظر آنے لگتا ہے۔ اس حالت میں بندہ اپنے منتہائے مقصود یعنی رویت دیدار الہٰی کی طلب میں گمن ہو جاتا ہے جس کا صوفی یا مقرب سے قرآن حکیم میں وعدہ کیا گیا ہے۔ "فاما ان کان من المقربین فروح وریحان وجنت نعیم (۲۷۔ ۱۵) یعنی مقربان کو بعد موت دخول جنت اور دیدار الہٰی کی بشارت دی جا رہی ہے۔ زندگی میں انہیں وجہ اللہ کی رویت حاصل ہوتی ہے۔ لیکن "ذات اللہ" یا "لقائے الہٰی" کا اشتیاق و اضطرار ہوتا ہے۔ یہ اشتیاق و اضطرار بھی اپنے دیدار سے رفع فرما کر "لا بدلہ من لقائی" کا وعدہ پورا فرمایا جاتا ہے۔

تصوف نام ہے علوم شریعت کے تحت راہ طریقت پر چلتے ہوئے ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے ظاہری پاکیزگی کو اپناتے ہوئے روحانی باطنی پاکیزگی حاصل کرنا اور معرفت الہٰی کے حصول کے لئے عمل اور صالح کو روزمرہ کا معمول بناتے ہوئے مقام حقیقت تک رسائی کی کوشش کرنا۔ تاکہ تزکیہ نفس تصفیہ اخلاق اور سکون قلب حاصل ہو سکے اور مقربین و محبوبین میں شامل ہو سکے جو کہ گروہ اہل اللہ میں سے ہیں۔

۲۔ نظریہ تصوف کے بارے میں بعض غلط فہمیاں

تصوف کے معترضین نے تصوف کو تصوف اسلامی کی بجائے محض عجمی اثرات سے آلودہ قرار دیا ہے۔ جس کی بنیادی وجہ دور حاضر کے مسلمانوں کا تحقیق سے عاری ہو جانا اور غیر مسلم مستشرقین پر اسلامی علوم و فلاسفہ کے بارے میں ضرورت سے زیادہ اعتماد کر لینا ہے۔ اب تک جو غلط فہمیاں ان کوتاہیوں کے باعث معرض وجود میں آئیں ان کی وضاحت ذیل میں کی جاتی ہے۔

(i) کہا جاتا ہے کہ تصوف پر ویدانت کا اثر ہے۔ یہ الزام تاریخی طور پر بے بنیاد ہے کیونکہ ویدانت کے اثر و نفوذ سے پہلے یعنی آٹھویں عیسوی میں تصوف کی باقاعدہ تحریک کا آغاز ہو چکا تھا اور ویدانت اس کے بعد ایران و عراق میں سمجھی جانے لگی۔

(ii) تصوف کو بعض اہل قلم مانی تحریک سے وابستہ کرتے ہیں حالانکہ تصوف و مانیت میں مکمل تضاد ہے۔ مانی تحریک دنیا سے نفرت سکھاتی ہے۔ جبکہ تصوف مثبت فلسفہ ہے۔ جو مجاہدہ حق کی جستجو اور نفس کی تہذیب و تربیت کرتا ہے باطن کو جلا بخشتا ہے۔ دنیا میں رہنا اور حقوق و فرائض پورے کرنا سکھاتا ہے گویا تصوف جستجو خلوص و محبت تربیت نفس اور کسب معرفت کی تعلیم دیتا ہے۔

(iii) بعض کے نزدیک تصوف پر اشراقیت کے اثرات ہیں فوافلاطونیت یعنی اشراقی تعلیم بتاتی ہے کہ موجود مطلق خدا کی ذات ہے۔ اس کے علاوہ جو کچھ ہے حقیقت نہیں۔ خدا کو جاننے کے لئے نفس کا مطالعہ کرو۔ اس کا آغاز ۲۰۰ ق۔ م میں یونان سے ہوا تصوف و اشراقی تعلیم میں مشابہت ہے اس لئے شک کیا گیا کہ تصوف نے اشراقیت سے اثر حاصل لیا ہے۔ مگر محققین کے نزدیک تحریک تصوف دور ساسانی کے بعد ایران سے نہیں بلکہ عراق سے شروع ہوئی۔ کیونکہ اس کا مرکز عراق تھا نہ کہ ایران۔

نیز تصوف کے مبلغ مسلمان تھے نہ کہ آتش پرست البتہ یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ قدیم دور میں عراق بھی ایران ہی کا حصہ تھا جس کے باعث دور تصوف کے عراق کو بھی ایران سمجھا جانے لگا۔

(۱۷) کہا جاتا ہے کہ تصوف مسلمانوں کے دور تنزل میں پروان چڑھا۔ کیونکہ اس تحریک کو عروج اس وقت حاصل ہوا جب تاتاریوں نے عراق و ایران کو خاک و خون میں ملا دیا۔ بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ یہ انداز خیال بھی محض غلط بینی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تصوف کا مدعا ذات الٰہی کی طرف رجوع کرنا اور رضائے الٰہی کے مطابق زندگی بسر کرنا ہے۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ جب عیش و عشرت کے قریب اور تن آسانیوں کے جنگل میں پھنس جانے کے باعث روحانی اور اخلاق اقدار کو مسلسل بھولنے لگتا ہے تو مصیبت یا خوفناک ہلاکت سامانیاں اس کی آنکھیں کھول دیتی ہیں۔ پھر وہ حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ منگولوں کے بے پناہ کشت و خون کے بعد عظیم صوفی شعراء کا پیدا ہونا ایک محض اتفاق بھی ہو سکتا ہے اور اعتراف حقیقت بھی۔ کہ بے ثباتی دنیا کو دیکھ کر حساس دل حقیقت پسندی کی طرف مائل ہو گئے اور راہ طریقت کی سچی طلب میں سرشار ہونے لگے۔ بقول علامہ اقبالؒ

خدا تجھے کسی طوفان سے آشنا کر دے
کہ تیرے بحر کی موجوں میں اضطراب نہیں

حملہ تاتار کے وقت مسلمان جو معلم اخلاق کا درس رکھنے والے تھے۔ فرقہ پرستی کا شکار ہو چکے تھے۔ اخوت و محبت مفقود تھی۔ خلیفہ وقت اور امراء عیش و بدمستی میں گم تھے۔ ایسی زندگی سراسر روح اسلام کے منافی تھی یعنی یہ دور تصوف کی نفی کا دور تھا تو ایسے میں حملہ تاتار کے بعد اگر دورہ مغول میں تصوف پسندی نے زور پکڑا تھا۔ تو اسے حقیقت پسندی کا نام دینا چاہیے نہ کہ تنزل کی یادگار۔ یہ حقیقت ایک دور رس نگاہ ہی تسلیم کرے گی کہ دنیوی عروج چاہے جس قدر زیادہ کیوں نہ ہو۔ سکون قلب میسر نہیں کر سکتا۔ قرآن شریف میں وارد ہوتا ہے "الذین آمنو و تطمئن القلوب ھم بذکر اللہ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ یعنی ذکر اللہ کے بغیر کسی چیز سے اطمینان قلب حاصل ہو ہی نہیں سکتا۔ حملہ تاتار کے بعد بے ثباتی دنیا اور انسانی نفس و خود غرضی کے مظالم نے اضطراب مسلسل پیدا کر دیا تھا۔ جس کا علاج تصوف کی گم گشتہ حقیقت کو مان لینے کے سوا کچھ نہیں تھا۔ کیونکہ اسلامی تصوف کا تمام فلسفہ "ذکر اللہ" کے گرد گھومتا ہے اور "ذکر اللہ" سے زیادہ اطمینان قلب کیلئے کوئی نسخہ نہیں۔ بلند پرواز اور عظیم تر مطمع نظر رکھنے والے عارف و مقرب تو ہر دور میں پیدا ہوتے ہیں۔ مگر طوفانی ادوار میں معمولی سے حساس دل رکھنے والے بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اور چشم حقیقت وا ہونے سے صوفی مشرب ہو کر ذات الٰہی کے رسیا بن گئے۔

تصوف کے معنی

محققین کے نزدیک "تصوف" کے لفظی معنی پشمینہ پوش یا اونی لباس پہننے والے کے ہیں۔ اس لئے کہ ابتدا میں صوفی اس سادہ لباس میں ہوتے تھے۔ لفظ صوف اور صوفی اسی سے مشتق ہیں۔ اصطلاح خاص میں محققین کا اس امر پر اتفاق ہے کہ صوفی کہلانے کا مستحق وہ ہے جس کو صفائے قلب حاصل ہو جائے "ان الصفا صفۃ الصدیق ان اردت صوفیا علی التحقیق" (کشف المحجوب) یعنی صفا صدیق کا وصف ہے اگر صوفی واقعی صوفی ہو۔ نیز "من صفی الحجب فھو صاف و من صفی الحبیب فھو صوفی" یعنی جس نے محبت کو غیر حق کی ملاوٹ سے صاف و پاک رکھا وہ "صافی" ہے۔ اور جس نے محبوب حقیقی یعنی حق کو غیر کے خیال سے پاک رکھا وہ "صوفی" ہے نیز پیر طریقت مرشد حقیقت شیخ ابو علی رود باریؒ فرماتے ہیں "لفظ صوفی کی تحقیق میں لوگ زمانہ قدیم سے جھگڑتے آئے ہیں اور اس کو صوف سے مشتق کہتا ہے اور میں صوفی کا نام اس شخص کے سوا کسی اور کے لئے پسند نہیں کرتا جو صاف باطن و صاف معاملہ ہو یہاں تک کہ اس کا لقب صوفی ہو جائے (حقیقۃ الحیاء).

تصوف کی ابتداء

اسلام کی تاریخ میں اولین صوفی حضور رسالت مآب ﷺ تھے جنہوں نے اخلاق کاملہ پیش کیا اور تزکیہ نفس کے عملی ثبوت و انوار بہم پہنچائے۔ حضور کے تمام صحابہؓ اس صوفیانہ طریق کے پیرو تھے۔ بالخصوص اصحاب صفہ جن کی تعداد ستر تھی اور "فقرائی

باقی صفحہ نمبر

پیغمبر اسلام کی حسنینؑ سے محبت

شاہد حسین سرگیب

ایک دفعہ حضرت محمدؐ کسی غزوہ میں تشریف لے گئے۔ اسی اثنا میں حضرت فاطمہؑ نے دونوں صاحبزادوں (حسنینؑ) کے لئے چاندی کے کنگن بنوائے اور دروازے پر پردے لٹکائے آنحضرتؐ واپس تشریف لائے تو خلاف معمول حضرت فاطمہؑ کے گھر نہیں گئے۔ وہ سمجھ گئیں۔ فوراً پردوں کو چاک کر ڈالا اور صاحبزادوں کے کنگن ہاتھ سے اتا لئے۔ صاحبزادے روتے ہوئے خدمت اقدسؐ میں حاضر ہوئے۔ آپؐ نے کنگن لے کر بازار میں بھیج دیئے کہ ان کے بدلے ہاتھی دانت کے کنگن لا دو۔

حضرت فاطمہؑ جب آپؐ کی خدمت میں تشریف لاتیں تو کھڑے ہو جاتے ان کی پیشانی کو چومتے اپنی نشست گاہ سے ہٹ کر اپنی جگہ بٹھاتے۔ حسنینؑ سے انتہائی محبت تھی، فرماتے تھے کہ یہ میرے گلدستے ہیں۔ حضرت فاطمہؑ کے گھر تشریف لے جاتے تو فرماتے کہ میرے بچوں کو لانا۔ وہ صاحبزادوں کو لاتیں، آپؐ ان کو چومتے اور سینے سے لپٹاتے۔ ایک دفعہ مسجد میں خطاب فرما رہے تھے۔ اتفاق سے حسنینؑ سرخ کپڑے پہنے ہوئے آئے، کم سنی کی وجہ سے ہر قدم پر لڑکھڑاتے جاتے تھے۔ آپؐ ضبط نہ کر سکے۔ منبر سے اتر کر گود میں اٹھا لیا اور اپنے سامنے بٹھا لیا اور فرمایا۔ خدا نے سچ کہا ہے۔

انما اموالکم و اولادکم فتنۃ

تمہارے مال اور تمہاری اولاد آزمائش ہے۔

(سیرۃ النبیؐ۔ جلد دوم)

ایک حدیث میں ہے کہ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ میں حسنینؑ کو دوست رکھتا ہوں جو انہیں دوست رکھے اسے بھی قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔

ایک دن سرور کائنات امام حسینؑ کو کندھے پر سوار کئے ہوئے کہیں لے جا رہے تھے۔ ایک صحابی نے کہا اے صاحبزادے تمہاری سواری کس قدر اچھی ہے۔ یہ سن کر آنحضرتؐ نے فرمایا یہ کہو کس قدر اچھا سوار ہے۔

(اسد الغابت جلد ۳، ص ۱۵ بحوالہ ترمذی)

امام نسائی عبداللہ ابن شداد سے روایت ہے کہ ایک دن عشاء کی نماز پڑھانے کیلئے آنحضرتؐ تشریف لائے۔ آپؐ کے آغوش میں امام حسنؑ تھے۔ آنحضرتؐ نماز میں مشغول ہو گئے جب سجدے میں گئے تو اتنا طول دیا کہ میں سمجھنے لگا کہ شاید آپؐ پر وحی نازل ہونے لگی ہے۔ اختتام نماز پر آپؐ سے اس کا ذکر کیا گیا تو فرمایا میرا فرزند میری پشت پر آ گیا تھا میں نے یہ نہ چاہا کہ اسے اس وقت تک پشت سے اتاروں جب تک کہ خود نہ اتر جائے اس لئے سجدے کو طول دینا پڑا۔

ایک مرتبہ امام حسنؑ اور امام حسینؑ کمسنی کے عالم میں رسول خداؐ کی نظروں کے سامنے آپس میں زور آزمائی اور کشتی کرنے لگے جب باہم ایک دوسرے سے لپٹ گئے تو رسول خداؐ نے امام حسنؑ سے کہنا شروع کیا ہاں بیٹا حسن، حسین کو گرا دے اور چت کر دے، فاطمہؑ نے آگے بڑھ کر عرض کی بابا جان آپؐ تو بڑے فرزند کی ہمت بڑھا رہے ہیں اور چھوٹے بیٹے کی ہمت افزائی نہیں کرتے۔ آپؐ نے فرمایا اے بیٹی یہ تو دیکھو جبرئیل کھڑے ہوئے حسینؑ سے کہہ رہے ہیں اے حسینؑ تم حسنؑ کو گرا دو اور چت کر دو۔

(نور العباد، شواہد نبوت، روضۃ شہداء)

صحابی رسولؐ ابوہریرۃؓ راوی حدیث کا بیان ہے میں نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھا ہے رسول کریمؐ لیٹے ہوئے ہیں اور امام حسینؑ نہایت کمسنی کے عالم میں ان کے سینہ مبارک پر ہیں۔

باقی صفحہ ۔۔ پر

بشنو از نے

تحریر و ترجمہ محمد یونس سیٹھی وفا

(قسط نمبر 3 مثنوی معنوی کا منظوم اردو ترجمہ)

مولانا جلال الدین رومی ایک بلند مرتبہ عابد و زاہد اور عارف و صوفی ہونے کے علاوہ ایک اعلیٰ پائے کے معلم اور مصلح بھی تھے۔ اسی لئے ان کی مثنوی کو مثنوی معنوی کہا جاتا ہے جس میں دین و دنیا کے اسرار و معارف اور مسائل تصوف کو نہایت دلکش پیرائے میں بیان کیا گیا ہے اور جابجا قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کے حوالے سے معاملات زندگی پر روشنی ڈالتے ہوئے دلچسپ حکایات و واقعات کے ذریعے بڑے پیچیدہ موضوعات کی تشریح کی گئی ہے۔ اسی لئے فارسی کے عظیم صوفی شاعر مولانا جامی کے بقول مولانا کی مثنوی

ہست قرآن در زبان پہلوی

مولانا روم نے اپنی اس شہرہ آفاق تصنیف میں اخلاقیات کا درس بھی دیا ہے اور ان اعمال کو اپنانے کی تلقین بھی کی ہے جو انسان کو دنیا میں بھی لائق تعظیم و تقلید بناتے ہیں اور آخرت میں بھی بخشش و مغفرت کا باعث ثابت ہوتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

آں چہ شیریں است آں شد یار وانگ
وانچہ بوسیدہ ست نبود غیر بانگ

مرد خوش خو بیش قیمت بے بہا
مرد بدخو جیسے بے معنی صدا

آنچہ با معنی ست خوش پیدا شود
وانچہ بے معنی ست خود رسوا شود

باصفا انساں ہمیشہ پروقار
بے صفا ہوتا ہے خود ہی زار و خوار

رو بمعنی کوش اے صورت پرست
زانکہ معنیٰ برتن صورت پرست

حسن باطن ڈھونڈ اے ظاہر پسند
حسن باطن سے ہی ہو گا سر بلند

دل ترا در کوئے اہل دل کشد
تن ترا در حبس آب و گل کشد

دل تجھے کھینچے ہے سوئے اہل دل
تن کی خواہش قید و بند آب و گل

ہمنشیں اہل معنیٰ باش تا
ہم عطایابی وہم باشی فتا

اہل عرفاں کا ہوا جو ہمنشیں
داد حق پائی بنا مرد یقیں

گر تو سنگ خارہ و مرمر شوی
چوں بصاحب دل رسی گوہر شوی

چاہے تو مرمر ہو یا سنگ سیاہ
در بنا دے گی ولی کی اک نگاہ

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں
دل مدہ الا بمہر دل خوشاں

دل میں اہل دل کی چاہت کو بسا
کوئی اس قابل نہیں ان کے سوا

(جاری ہے)

تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نور بخشیہ سرمک

وجامعہ شاہ ہمدانؒ کی عظیم خدمات کا مختصر جائزہ

ملاجان محمد ناظم اعلیٰ
جامعہ شاہ ہمدانؒ سرمک

انسانیت کی رہبری و رہنمائی بلاشبہ سعادت عظمیٰ سے کم نہیں یہ رحمن اور رحیم خدا کی بہت بڑی عبادت ہے۔ بنی نوع انسان کو بھلائیوں کی طرف بھلانے نیکیوں کا حکم کرنے اور برائیوں سے روکنے کی اہم ترین ذمہ داریوں کی انجام دہی کے لئے ایسے اولوالعزم مردان کار کی ضرورت ہے جو اسلامی علوم میں مہارت تامہ رکھنے کے ساتھ علوم جدیدہ میں کافی دسترس رکھتے ہوں تاکہ دور حاضر کے مسائل کو سمجھنے اور سمجھانے کا اہم فریضہ بخوبی ادا کر سکیں نیز وہ علم وفضل کے ایسے درخشندہ آفتاب ہوں اور فہم وفراست ورع تقویٰ اور اخلاص کے ایسے نیر تاباں ہوں جن کی نورانی اور تابناک کرنوں سے تاریک دل جگمگا اٹھیں جن کی زندگی عبادت الٰہی، اطاعت مصطفیٰ اور خدمت خلق سے عبارت ہو جن کا ہر قدم سنت رسول کا آئینہ دار اور فعل سیرت و کردار مصطفوی کا عکاس ہو جن کے عزائم بلند، جن کے ارادے پکے، جن کے خیالات اعلیٰ، جذبات ارزکی تصورات احساس بہترین اقوال سچے اور اعمال صالح ہوں انہی بلند پایہ صفات سے متصف مردان وفاکیش کی تعلیم وتربیت کے لئے سرمک کے غیور اور تعلیم یافتہ نوجوانوں نے اللہ تعالیٰ کی توفیق وتائید سے جامعہ شاہ ہمدانؒ کی ابتدا کی جلد ہی پانچ کمروں پر مشتمل عمارت میں مدرسہ تعلیم القرآن قائم کیا گیا قیام کے دو سال بعد علوم عربیہ اسلامیہ دار التجوید والقرات پڑھانے کا بندوبست کیا گیا اس وقت جامعہ میں تقریباً دو سو طلبا و طالبات دینی علوم سے مستفید ہو رہے ہیں مختلف مقامات پر دین حنیف کی خدمت کے لئے ذیلی شاخیں قائم کی گئی ہیں جن میں مدرسہ فیض بخشی پندوہ مدرسہ انوار العلوم ڈھوڈھر، مدرسہ تعلیم القرآن ڈوگمس وغیرہ شامل ہیں۔ جن میں قوم کے بے شمار طلبہ و طالبات مروجہ وعلوم دین سے استفادہ کر رہے ہیں مذکورہ تمام مدارس تنظیم فلاح وبہبود نوجوانان صوفیہ نور بخشیہ کے زیر اہتمام کام کر رہے ہیں۔ ان مدارس میں خدمات سرانجام دینے والے اساتذہ کرام کو تنظیم تنخواہ و دیگر ضروریات فراہم کرتی ہے۔

جامعہ میں ایک دار الکتب ۔لائبریری بھی قائم کی گئی ہے جس میں مختلف علوم وفنون کی نہایت قیمتی مفید اور معلوماتی درسی وغیر درسی کتب کا ایک خاطر خواہ ذخیرہ موجود ہے طلبہ کے لئے کتابیں تنظیم فراہم کرتی ہے اساتذہ کرام کے علاوہ دیگر علم دوست حضرات، سکالرز اس سے مستفید ہوتے ہیں تنظیم کے زیر اہتمام نیشنل کونسل ویمن ڈویلپمنٹ کے تعاون سے ایک دستکاری سکول برائے خواتین کا قیام عمل میں لایا گیا ہے جہاں سے سرمک کی تقریباً نوے فیصد خواتین نے سلائی کڑھائی میں مہارت حاصل کر لی ہے تنظیم اپنے دائرہ کار کو وسعت دینا چاہتی ہے اس لئے پاکستان کے بڑے بڑے شہروں میں موجود طلبہ و دیگر مزدور طبقہ کی سہولت کے لئے مسافر خانے وغیرہ تعمیر کرائے گئے ہیں۔

سال رواں کے ترقیاتی پروگرام میں راولپنڈی شہر میں طلبہ معذور مریض وغیرہ کے رہائشی مسئلے کو مد نظر رکھ کر چھ لاکھ قیمت کا ایک مکان بطور مسافر خانہ خریدنے پر غور کر رہے ہیں۔ اب آپ کا دینی فریضہ ہے کہ تنظیم وجامعہ شاہ ہمدان کی ان کی خدمات عظیم مقاصد اور مختلف مثالی شعبہ جات کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں اور انہیں پیش نظر رکھتے ہوئے ہم یہ کہنے میں مکمل طور پر حق بجانب ہیں کہ جہاں آپ کی رہنمائی ہمارے لئے ترقی مزید راہیں کھولے گی وہاں آپ کا بھرپور اور مکمل تعاون بھی ہمارے ان عظیم مقاصد اور منصوبوں کی تکمیل میں ممد و معاون ہوگا بلاشبہ یہ کسی فرد واحد کا کام نہیں بلکہ قوم وملت کے اجتماعی تعاون سے ہی ایسے عظیم الشان مقاصد کی تکمیل ہوتی ہے اور ملت کے ہر حساس فرد کا تعاون ہی انجمن کو اس کے عظیم مقاصد کے قریب تر کرے گا لہذا خود تعاون فرمائیں۔ اپنے حلقہ اثر میں کوشش کیجئے مذہب وملت کی اجتماعی ضرورت کو اپنی انفرادی ضروریات میں شامل کیجئے۔

ہم خلوص بھرے جذبات لئے چشم براہ ہیں۔

بالله همه دان است که شاه همدان است!

ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا

من عاشق شاه همدانم همه دانی — من خاک رهش هستم و او عرش مکانی
من بنده مسکینم و او حیدر ثانی — از قصه خود بنده چه گوید چه زبانی

شاه همدان مرجع عشاق جهان است
بالله همه دان است که شاه همدان است

از چشمه عشق دل غمدیده بشویم — وز صدق وارادت همه دم راه بپویم
از حالت درمانده اسرار بگویم — شرح دل بیچاره خود پیش که گویم

شاه همدان مرجع عشاق جهان است
بالله همه دان است که شاه همدان است

ای میر علی! دیده بگشا جانب کشمیر — بردرگه تو آمده این مردم کشمیر
آتش همه در جا سوخته کاشانه کشمیر — بی شبهه تو ئی مظهر پیمانه کشمیر

شاه همدان مرجع عشاق جهان است
بالله همه دان است که شاه همدان است

از مردم ایرانم و در خطه پاکان — پیمانگر درگاه علی هستم و نالان
این نعره مستانه و این ناله زاران — از جانب کشمیر ببین جلوه ایمان

شاه همدان مرجع عشاق جهان است
بالله همه دان است که شاه همدان است

(جاری ہے)

آپ کے مسائل اوران کاحل

ابوالعرفان محمد بشیر

اس عنوان کے تحت قارئین کی طرف سے بھیجے گئے مفید سوالات کے جوابات شائع کئے جاتے ہیں۔اس شمارے میں ماسٹر شکور علی شبلوی کے ایک سوال کا جواب اور لاہور کے یوسف علی تقدوم کی طرف سے داڑھی کے بارے میں پوچھے گئے سوالات کی پانچ صورتوں کے جوابات شائع کئے گئے ہیں۔

سوال نمبر۱۔داڑھی کی کیا حیثیت ہے؟

سوال نمبر۲۔کیا داڑھی کی بیئت وجودی صرف ایک مٹھی بھر ہے؟

سوال نمبر۳۔کیا بیوی کے اصرار پر داڑھی کے وجود کو عدم سے ہمکنار کیا جاسکتا ہے؟

سوال نمبر۴۔کیا داڑھی مونڈنے والے کی گواہی شرعی عدالت میں قابل قبول ہے؟

سوال نمبر۵۔داڑھی کو شیونگ کی زد میں رکھنے والے کی امامت درست ہے یا نہیں؟

سائل یوسف علی تقدوم لاہور

سوال نمبر۱۔کیا تعمیرات وغیرہ کے لئے قبرستان کو استعمال میں لایا جاسکتا ہے؟

سائل ماسٹر شکور علی سرگیب شبلو بالا

جواب نمبر۱۔بسم اللہ الرحمن الرحیم

داڑھی رکھنا اہل اسلام کے لئے ایک ایسی سنت رسولؐ مقبول ہے جس کی خلاف ورزی کو شرعاً حرام قرار دیا گیا ہے۔مجموعہ شریعت محمدیہ میں سوگ منانے کے بارے میں دور جاہلیت میں رائج بہت سے امور کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ان حرام امور کی فہرست میں "خلق اللحیہ وتقصیرھا" کے الفاظ بھی واضح طور پر موجود ہیں یعنی داڑھی کا مونڈنا اور اسے چھوٹی کرنا دونوں حرام ہیں۔لہٰذا یہ امر کسی باشعور فرد ملت سے پوشیدہ نہیں ہے کہ ازروئے شریعت محمدیہ داڑھی کا بالکل صفایا کرنا بھی سنت رسولؐ کی خلاف ورزی ہے اور اسے چھوٹی کرنا بھی سنت رسولؐ کی خلاف ورزی ہے۔

ایک کمزور نظریہ

بعض حضرات کا یہ گمان ہے کہ سوگ منانے کی خاطر داڑھی کی خلاف ورزی حرام ہے۔عام حالات میں ایسا کرنا حرام نہیں۔یہ گمان ان حضرات کی سب سے بڑی بھول ہے۔سوگ کی حالت درپیش ہونے سے قبل داڑھی کے وجود کا پتہ چل رہا ہے، چنانچہ پہلے سے وجود داڑھی کو سوگ منانے کی خاطر دور جاہلیت میں صفایا کر دیا جاتا تھا۔اسلام نے آکر اس فعل کو حرام قرار دیا اور داڑھی جس طرح سے فطری امور میں بھی شامل ہے تاقیامت اس کے احترام کو برقرار رکھا گیا۔اہل اسلام کو فرنگی استعمار نے اپنا آلہ کار بنانے کے لئے ہر طرح سے بگاڑنے کی کوشش کی۔اہل اسلام میں غیر اسلامی معاشرہ متعارف کرایا گیا۔اسلام کو صرف دینی مدارس تک محدود رہنے دیا گیا۔جہاں اہل اسلام کو پیغمبر رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت کی خلاف ورزی کا شوقین بنایا گیا وہاں ان کا پیغمبر رحمت علیہ الصلوۃ والسلام کی صورت کی خلاف ورزی کا بھی شوقین بنایا گیا۔اہل اسلام کو رنگین برین واشینگ کی زد میں رکھا گیا۔رفتہ رفتہ اہل اسلام میں فرنگی استعمار کی سیاسی غلامی کے ساتھ ساتھ ان کی معاشرتی غلامی کا عنصر بھی جڑ پکڑتا گیا۔حالات اس حد تک افسوسناک ہو گئے کہ سیاسی آزادی کے بعد بھی فرنگی استعمار کی ذہنی غلامی کا طوق اتار پھینکنے کی کسی کو توفیق نہیں ہوئی۔بہرحال اگر آپ کو نبی رحمت علیہ الصلوۃ والسلامؐ کی سیرت کے ساتھ صورت کے احترام کا جذبہ ہو تو ضرور داڑھی رکھ لیں۔

داڑھی کی تخلیل کا حکم کیوں؟

اگر داڑھی رکھنے کی کوئی اہمیت نہ ہوتی تو شریعت محمدیہ میں وضو کے دوران منہ دھوتے وقت داڑھی کا خلال کرنا وارد نہ ہوتا بلکہ اس جکڑ سے چھٹکارا پانے کے لئے داڑھی کا صفایا کرنا وارد ہوتا۔ مگر ایسا نہیں بلکہ احادیث نبویہؑ سے داڑھی کے بڑھانے کا حکم ملتا ہے۔ خود حضور اکرم علیہ الصلوۃ والسلامؑ کے شمائل مبارک میں "کث اللحیۃ" اور "تحتیع اللحیۃ" کے الفاظ آئے ہیں۔ یعنی گھنی داڑھی والے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور معصومین علیہم السلام لمبی اور گھنی داڑھی والے تھے۔ کتب مقاتل سے پتہ چلتا ہے کہ جب جناب سید الشہدا حضرت امام حسین علیہ السلام کے سر مبارک کو خولی ملعون اپنے نیزے پر لہرا رہا تھا تو ہوا کے جھونکے سے آپؑ کی ریش مبارک کبھی دائیں طرف ہو جاتی تھی اور کبھی بائیں طرف ہو جاتی تھی۔ اس سے سید الشہدا علیہ السلام کی ریش مبارک کے متعلق رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ کس قدر لمبی تھی، سلسلہ ذہب کے بزرگان دین میں سے کسی نے بھی داڑھی کی خلاف ورزی نہیں کی۔

ایک نہایت ضروری بات

رسول اکرم علیہ الصلوۃ والسلامؑ کی صورت کی خلاف ورزی پر نازاں رہنے والے بعض حضرات کہتے ہیں کہ آدمی کا دل صاف رہنا چاہئے۔ ظاہری شکل و صورت کی کوئی اہمیت نہیں۔ یہ گمان بھی دراصل ابلیس کا دھوکہ ہے۔ کیونکہ حدیث رسولؐ میں جو یوں وارد ہوا ہے کہ "اللہ تمہارے کاموں اور تمہاری شکلوں کو نہیں دیکھتا ہے بلکہ تمہارے دل کے ارادوں کو دیکھتا ہے۔ اس سے داڑھی کی خلاف ورزی کرنے والے سمجھ بیٹھتے ہیں کہ صرف نیت کا خالص ہونا کافی ہے۔ عمل کی اہمیت بھی کچھ نہیں اور ظاہری شکل و صورت بھی کوئی چیز نہیں۔ ان حضرات کا یہ استدلال درست نہیں ہے۔ بلکہ حدیث کا مطلب یوں ہے کہ مومن ظاہر کے لحاظ سے بھی پاک ہو اور باطن کے لحاظ سے بھی پاک ہو۔ عقیدہ کی پاکیزگی ایک ایسا بیج ہے جسکی شاخیں انسان کے ظاہر پر عملی زندگی اپنانے کی صورت میں پھوٹتی ہیں۔ عام قاعدہ بھی ہے کہ برتن میں جو چیز موجود ہے وہی چیز باہر آجاتی ہے۔ دل میں سیرت رسولؐ کے احترام کا حقیقی جذبہ موجود ہو تو اس جذبہ کی بدولت صورت رسولؐ کا احترام بھی خود بخود پیدا ہوتا ہے۔ ہمارا واسطہ اہل اسلام سے ہے لہذا یہ مضحکہ نہ اڑایا جائے کہ سکھ قوم بھی داڑھی رکھتی ہے۔ ٹھیک ہے سکھ قوم بھی داڑھی رکھتی ہے اور مغرب کے ہپی حضرات بھی ایسے ہی نظر آتے ہیں۔ اس سے اسلام کے کسی حکم کا استخفاف لازم نہیں آتا ہے۔

محبوب آگاہی

ہر فرد مومن مسلمان آگاہ رہے کہ اہل کتاب کی مخالفت کے حکم کے تحت اسلام نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے۔ اور مونچھ کاٹنے کا۔ اگر مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ وہ منہ میں رسائی پاتی ہوں تو اس کو قابل مذمت قرار دیا گیا ہے۔ لہذا مونچھیں کاٹنا بہتر ہے یا کم از کم لبوں سے کافی دور ہی رہنے دیں۔ کھانے پینے کی اشیاء میں مونچھیں بھی نہ بھیگ جائیں۔ اگر پانی پیتے وقت مونچھیں گلاس کے پانی میں تیرتی ہوں تو ایسے فرد کو بعض حضرات نے رند بادہ خوار کا ہم پلہ قرار دیا ہے۔

جواب نمبر ۲۔ داڑھی کی سنت وجودی ایک مشت تک محدود نہیں ہے۔ اہل اسلام میں بعض حضرات نے ایک مشت سے زائد حصے کو کاٹنے کی گنجائش رکھی ہے۔ لیکن ہمارے بزرگان دین میں سے کسی سے بھی ایسا فتویٰ صادر ہوتے نہیں سنا گیا۔

جواب نمبر ۳۔ اگر کوئی عورت اپنے شوہر کو داڑھی کی خلاف ورزی پر اصرار کرتی ہو تو پہلے پہل ایسی بیوی کو شرعی حکم کی خلاف ورزی پر اصرار نہ کرنے کی تاکید کی جائے۔ اگر وہ اپنے اصرار پر بضد رہی اور داڑھی کی خلاف ورزی نہ کرنے کی صورت میں بے لگام ہو نیکی دھمکی بھی دے بیٹھی تو پھر بھی شوہر کو اس کی مرضی پر چلنے کی اجازت نہیں ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی وہ ایک حرام فعل سے بچنے کے لئے دوسرے فعل حرام کا مرتکب ہوگا تو فائدہ کچھ نہیں ہوگا۔ لہذا ایسی فیشن پرست بیوی کی مرضی کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اس کی چھٹی کرادیں اور دوسری نیک سیرت جیون ساتھی کا انتخاب کریں۔ سنت رسولؐ کی خلاف ورزی کبھی نہ کریں۔

جواب نمبر ۴۔ اگر ملک میں صحیح اسلامی نظام عملاً نافذ ہو۔ با اختیار

شرعی عدالتیں قائم ہوں۔ اسلامی معاشرہ ہو۔ ایسی صورت میں داڑھی کی خلاف ورزی کرنے والے کی گواہی کوئی شرعی عدالت قبول نہیں کرے گی۔ کیونکہ یہ بھی فسق زدہ ہے۔ گواہ کا عادل ہونا ضروری ہے۔ لہذا وہ مجروح ٹھہرے گا۔

جواب نمبر ۵۔ داڑھی کے حکم کی خلاف ورزی کا ارتکاب کرنے والا کوئی امام مسجد ہو تو وہ اس منصب کے لئے شرعاً فٹ نہیں ہے کیونکہ امامت کے لئے کم از کم شرط یہ ہے کہ ظاہری فسق والا نہ ہو۔ داڑھی کے حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں فسق اس کے چہرے سے ہی نمایاں ہے۔ لہذا اس سے بہتر امام کے ہوتے ہوئے اس کی امامت درست نہیں ہوگی۔ اگر کہیں اس سے بہتر امام نہ ملتا ہو یا وہ خود باش ہو اور کوئی اس کو نہ ہٹا سکتا ہو تو ایسی صورت میں اس کے پیچھے نماز پڑھ لیں البتہ جہری نمازوں میں بھی سری نمازوں کی طرح قرات خود بھی پڑھتا جائے اور ایسے امام کی قرات پر اکتفا کر کے صرف سنتے نہ رہیں۔ حدیث میں "صلوا خلف کل برو فاجر" وارد ہوا ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ تم ہر نیک اور بد امام کے پیچھے نماز پڑھو۔ یہ حکم بھی انہی صورتوں پر محمول ہے جو اوپر بتادی گئی ہیں۔

امید ہے محترم یوسف علی تقدوم صاحب اپنے سوالات کے جوابات سے مطمئن ہو جائیں گے۔

جواب نمبر ۱۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم

مجموعہ شریعت محمدیہ میں قبر کے احترام میں یوں مذکور ہے کہ زندگی میں صاحب قبر کے احترام کی مانند قبر کا احترام کرنا چاہئے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ قبرستان کو بالکل منہدم کر کے تعمیرات وغیرہ کے لئے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ اگر جگہ کی قلت کی وجہ سے کسی قبرستان کو تعمیرات وغیرہ کے لئے استعمال کرنا ناگزیر ہو جائے تو قبروں کو محفوظ رکھتے ہوئے قبرستان میں ایک ایک گز یا گز سے کچھ کم لمبے ستون کھڑے کر کے پکی چھت ڈال دیں پھر اس چھت پر ہر قسم کی تعمیرات کا کام کیا جائے۔ رہائشی مقاصد کے لئے ہو، مدرسہ بنانے کے لئے ہو یا مسجد کی توسیع کے لئے ہو سب صورتوں میں مذکورہ طریقے کے تحت کام کرنا شرعاً درست ہوگا۔ موجودہ دور میں بہت سے مقامات پر قبرستان کو بالکل پلین کر کے باغیچہ بھی بنایا گیا ہے، مکان بھی بنایا گیا ہے اور شجرکاری بھی کی گئی ہے۔ لہذا قبروں کے نشانات یکسر مٹانا لازم آنے کی وجہ سے ایسا کرنا درست نہیں ہو گا۔ قبروں کو تہہ خانے کی صورت میں محفوظ رکھ کر ہر قسم کی تعمیراتی کارروائی کی جا سکتی ہے۔ اس سے قبروں کے احترام کا مقصد بھی متاثر نہیں ہوگا اور قبرستان پر تعمیراتی کام کا جواز بھی متاثر نہیں ہوگا۔

امید ہے محترم ماسٹر شکور علی صاحب اور دیگر قارئین کرام بھی شائع شدہ جوابات سے مطمئن ہوں گے۔

خوش ذوق حضرات کے لئے نوید روح افزا

مشرب ہمدانیہ کا مقبول ترین وظیفہ اوراد صبحیہ اوراد فتحیہ دعائے رقاب اور اوراد عصریہ کے مندرجہ ذیل علماء کی دل سوز آواز میں آڈیو کیسٹ منظر عام پر آ گئے ہیں۔

۱۔ اوراد صبحیہ، فتحیہ عصریہ دعائے رقاب (دورانیہ ۹۰ منٹ) باواز الحاج سید سعادت جان

۲۔ اوراد صبحیہ، فتحیہ (دورانیہ ۹۰ منٹ) بلبل تصوف الحاج مولوی محمد علی مرحوم

۳۔ اذان، اوراد فتحیہ، عصریہ مرثیہ علمدار عباسؑ (دورانیہ ۹۰ منٹ) باواز قاری محمد ابراہیم صاحب

۴۔ اوراد صبحیہ اوراد فتحیہ، نعت، قصیدہ (دورانیہ ۹۰ منٹ) باواز الحاج مولوی محمد حسن نوری صاحب

۳۔ انچارج صفہ لائبریری جامع مسجد صوفیہ نوربخشیہ
گلی نمبر 40، G-7/4،
اسلام آباد

دنیائے تصوف کی خبریں

غلام حسین معروفی

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے سالانہ انتخابات مکمل ہوگئے

۲۷ جنوری ۱۹۹۵ء کو نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے سالانہ انتخابات برائے سال ۱۹۹۵ء الیکشن کمیشن کے زیر نگرانی منعقد ہوئے جس میں عوام نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا الیکشن کے نتیجے میں سترہ رکنی کابینہ منتخب ہو گئی۔ الیکشن سے قبل کی روئیداد قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کر رہے ہیں۔

اس سال الیکشن کمیشن کے وضع کردہ قوانین کے تحت ووٹر کے لیئے NYF کا کارڈ دکھانا لازمی تھا جس کی تیاری کے لئے الیکشن کمیشن کے دو ممبروں غلام محمد کھردی اور محمد اسحاق شاکر کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کارڈ کی تیاری مکمل ہونے کے بعد ووٹر کے لئے کارڈ حاصل کرنے کی آخری تاریخ ۲۵ جنوری مقرر کی گئی تھی یہ سلسلہ رات گئے تک جاری رہا اس دوران کل ۴۳۳ ووٹرز رجسٹر ہو چکے تھے ووٹ بنانے میں عوام نے غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کیا جس کی وجہ سے منتظمین میں کام کرنے کا جذبہ بڑھتا گیا۔ یاد رہے اس الیکشن میں عہدہ صدارت کے لئے چار امیدوار اور جنرل سیکرٹری کے لئے پانچ امیدوار کھڑے تھے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ اتنی تعداد میں امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کئے یہ امیدوار اپنی انتخابی مہم کے سلسلے میں ہر نور بخشی علاقے میں گئے اور اپنے انتخابی منشور سے آگاہ کیا جو عوام میں مذہبی شعور پیدا کرنے کا باعث بنا یہی مذہب حقہ کی سب سے بڑی کامیابی ہے یاد رہے کراچی شہر کے مختلف علاقوں میں این وائی ایف کے یونٹ قائم ہیں انہی یونٹوں کے ذریعہ نور بخشی عوام سے رابطہ رہتا ہے

اس الیکشن میں ووٹر کے لئے عمر کی کوئی حد مقرر نہیں تھی جس کی وجہ سے ستر سالہ بزرگ سے لے کر دس سالہ بچے تک نے بھی حق رائے دہی استعمال کیا۔ انتخابی فہرست مسجد کے نوٹس بورڈ اور دیواروں پر آویزاں کی گئی تھی تاکہ ووٹرز کو اپنا ووٹ نمبر آسانی سے معلوم ہو سکے۔ چیف الیکشن کمیشن نے چیف سیکورٹی نائیو اسماعیل صاحب کو حالات کے مطابق سیکورٹی کا عملہ چوکس رہنے کا عندیہ دیا جس پر موصوف نے یہ کام آخر تک بطریق احسن انجام دیا۔ پولنگ صبح ساڑھے آٹھ بجے سے شروع ہو کر بارہ بجے تک جاری رہی نماز جمعہ کے وقفہ کے بعد دوبارہ پولنگ شروع ہوئی جو بغیر وقفہ کے شام پانچ بجے تک جاری رہی اس دوران الیکشن کمشنر محمد خان صاحب اور چیرمین مجلس قائمہ کرنل (ریٹائرڈ) غلام حیدر نے وقتاً فوقتاً دورہ کر کے حالات کا جائزہ لیتے رہے۔ مقررہ وقت کے اختتام پر گنتی شروع ہو گئی۔ ممبر الیکشن کمیشن محمد اسحاق شاکر نے صدارتی امیدواروں اور غلام محمد سیکتوا نے جنرل سیکرٹری کے ووٹوں کی گنتی شروع کی گنتی کے اختتام پر نتیجہ یہ رہا۔

1	صدارتی امیدوار	محمد باقر دارا	322 ووٹ
2	صدارتی امیدوار	مرزا احمد	215 ووٹ
3	جنرل سیکرٹری	عبدالرحیم سیکتوا	326 ووٹ
4	جنرل سیکرٹری	غلام محمد حیدری	205 ووٹ

جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے عہدہ صدارت کے لئے چار امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کرائے تھے جن میں سے صدارتی امیدواروں سید حامد علی محمد باقر دارا کے حق میں اور مظفر حسین مرزا احمد کے حق میں دستبردار ہوگئے۔ یوں عہدہ صدارت کے لئے دو امیدواروں میں مقابلہ ہوا جس میں محمد باقر دارا

صاحب نے ۲۰۰ ووٹوں کی برتری سے کامیابی حاصل کی اسی طرح جنرل سیکرٹری کے عہدہ کے لئے پانچ امیدواروں نے کاغذات نامزدگی داخل کرائے تھے۔ جن میں سے جعفر علی شگری نے کاغذات نامزدگی واپس لے لئے جبکہ محمد یعقوب عابد صاحب عبدالرحیم سیکتوا کے حق میں اور عیسیٰ علی غلام محمد حیدری کے حق میں دستبردار ہوگئے یوں جنرل سیکرٹری کے عہدے کے لئے دو امیدواروں کے درمیان مقابلہ ہوا۔ جس میں عبدالرحیم سیکتوا نے ۱۲۱ ووٹوں سے کامیابی حاصل کی یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان مرکز نے 1995ء کے لئے کل سترہ عہدے مختص کئے تھے جسے سب سے بڑی کابینہ کہا جاسکتا ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

کابینہ کے ارکان

1	محمد باقر دارا	صدر
2	فدا حسین جنال	سینئر نائب صدر
3	محمد کاظم بلغاری	نائب صدر
4	عبدالرحیم سیکتوا	جنرل سیکرٹری
5	محمد علی کوثر	ڈپٹی سیکرٹری جنرل
6	مراد علی	جوائنٹ سیکرٹری
7	ابراہیم تفیس	فنانس سیکرٹری
8	بشیر حسین	ڈپٹی سیکرٹری فنانس
9	محمد یعقوب براوی	سیکرٹری نشرو اشاعت
10	غلام مرتضیٰ	ڈپٹی سیکرٹری
11	احمد علی فدائین	رابطہ سیکرٹری
12	ضامن علی ضیاء	ڈپٹی رابطہ سیکرٹری
		ہوسٹل سیکرٹری
13	محمد رضوی جان	
14	محمد [illegible]	[illegible] سیکرٹری
		ناظم اجلاس
16	عبدالرحمن	لائبریرین
17	عمران علی دانیال	اسسٹنٹ لائبریرین

انتخابی نتائج کے اعلان کے بعد ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا جس میں بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی جلسہ سے چیف الیکشن کمیشن محمد خان، ممبر الیکشن کمیشن محمد اسحاق شاکر اور چیئرمین مجلس قائمہ کرنل (ریٹائرڈ) غلام حیدر صاحب اور دوسرے مقررین نے خطاب کیا۔ کرنل غلام حیدر نے نوجوانوں میں پیدا ہونے والے مذہبی جذبہ کی تعریف کی انہوں نے کہا میں نے الیکشن کرانے کا فیصلہ اس وجہ سے کیا تھا کہ تعلیم یافتہ طبقہ میں مذہبی جذبہ پیدا ہو تاکہ وہ دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ انہوں نے منتخب عہدیداروں پر زور دیا کہ وہ دینی جذبہ سے سرشار ہو کر بلاتفریق فلاحی اور معاشرتی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں انہوں نے تمام دیگر دینی اداروں پر زور دیا کہ وہ نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کے اس قابل تقلید طریقہ کو اپنائیں کیونکہ جمہوریت کا یہ طریقہ لوگوں میں کام کرنے کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ الیکشن کمیشن کے روح رواں ممبر الیکشن کمیشن اور نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے سابق جنرل سیکرٹری محمد اسحاق شاکر نے نو منتخب عہدیداروں کو مبارک دیتے ہوئے کہا کہ منتخب کابینہ کے عہدیدار اپنے انتخابی منشور کے ساتھ تنظیم کے اغراض و مقاصد پر ضرور عمل کریں اور آپس میں اتفاق و اتحاد اور اتحاد بین المسلمین کیلئے عملی مظاہرہ کریں۔

رپورٹ

محمد اسحاق شاکر
ممبر الیکشن کمیشن نور بخشیہ
یوتھ فیڈریشن پاکستان کراچی

تقریب حلف وفاداری

این وائی ایف کے منتخب اراکین کے حلف وفاداری کے لئے ایک پروقار تقریب جامع مسجد نور بخشیہ محمود آباد کراچی میں منعقد ہوئی۔ تقریب میں علماء کرام اور کثیر تعداد میں عوام الناس نے شرکت کی۔ تقریب کی صدارت جناب سید حسن شاہ شگری نے کی۔ اور مہمان خصوصی ممتاز عالم دین الحاج سید سعد جان صاحب تھے۔ جبکہ اسٹیج سیکرٹری کے فرائض این وائی ایف کے سابق سیکرٹری محمد باقر جمانی نے سرانجام دیئے۔ تقریب کا آغاز فرمان علی کی تلاوت کلام پاک سے ہوا اور عباس علی طالب علم نے اپنے شیریں کلام سے ترانہ صوفیہ نور بخشیہ پڑھ کر محفل کو رونق بخشی۔ بعد ازاں صدر تقریب سید حسن شاہ شگری صاحب نے نئی کابینہ سے حلف لیا۔ اور پھولوں کے ہار پہنائے۔ اس کے بعد نو منتخب جنرل سیکرٹری عبدالرحیم سکتو اور صدر محمد باقر دارا نے دین حقہ کی سلامتی و استحکام اور تعمیر و ترقی کے لئے جدوجہد کرنے کا اظہار کیا اور اس عہدے کے لئے منتخب کرنے پر نور بخشی عوام کا شکریہ ادا کیا۔ تقریب سے مہمان خصوصی ممتاز عالم دین جناب الحاج سید سعد جان صاحب نے این وائی ایف پاکستان کی دینی اور ملی خدمات کو سراہا اور آپس میں اتحاد و اتفاق پر زور دیا۔ اور دین حقہ کی سلامتی اور استحکام کے لئے دعا کی۔ آخر میں صدر تقریب جناب سید حسن شاہ شگری نے بھائی چارہ، اتحاد و اتفاق اور یگانگت کے ساتھ زندگی گزارنے پر زور دیا۔

رپورٹ

محمد یعقوب براوی، غلام مرتضی

نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان کے منتخب عہدیداروں کو مبارکباد

ادارہ نوائے صوفیہ اسلام آباد نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان مرکز کے نو منتخب عہدیداروں کو ان کی کامیابی پر مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اور امید ہے کہ وہ نئے عزم و حوصلہ اور جذبہ ایمانی کے ساتھ دین حقہ کے لئے کام کریں گے۔ اور آپس میں اتفاق و اتحاد کی فضا برقرار رکھنے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ قوم نے آپ حضرات پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے۔ وہ منتخب عہدیداروں کے لئے اعزاز سے کم نہیں اور امید کی جاتی ہے کہ وہ این وائی ایف کے اغراض و مقاصد اور انتخابی منشور پر عمل کریں گے۔ ادارہ نوائے صوفیہ الیکشن کمیشن کو بھی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ کہ جنکی کوششوں سے یہ انتخاب پرامن ماحول میں منعقد ہوئے اور ایک خواب شرمندہ تعبیر ہوا۔

ادارہ

سید یعقوب شاہ شگری کی دورے سے واپسی

مدرسہ مظہر العلوم ضلع شگر کے مدرس سید یعقوب شاہ اسلام آباد لاہور اور کراچی کا تفصیلی دورہ کرکے واپس روانہ ہو گئے۔ انہوں نے اس دورے کے دوران مختلف مذہبی رہنماؤں سے ملاقاتیں کیں اور مذکورہ مدرسہ کے لئے امدادی رقم بھی جمع کی۔ دورے سے واپسی پر انہوں نے اسلام آباد مسجد میں مذکورہ مدرسہ کے لئے امداد کی اپیل کی جس پر لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور موصوف کی حوصلہ افزائی کی۔ انہوں نے اپنے دورے کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لوگوں کے تعاون سے میرا یہ دورہ کامیاب رہا ہے اور امید ہے کہ آئندہ بھی ہمارے ساتھ تعاون جاری رکھے گا انہوں نے کہا باہمی تعاون کے بغیر ملت نور بخشیہ کامیابیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ اس سلسلے میں ہمیں کسی قربانی سے دریغ نہیں کرنا چاہیئے۔

بقیہ دعوت و ارشاد

چمک رہا ہے۔

حضرت امیر کبیر کی دعوت تبلیغ و ارشاد اس لحاظ سے صرف کشمیر کی تاریخ کا ہی ایک واقعہ نہیں بلکہ تاریخ اسلام کا ایک شاندار باب ہے سہماں ۹۸ فیصد آبادی آپ کی برکت سے حلقہ بگوش اسلام ہے اور آپ کی نسبت سے ان کا دل ملت اسلامیہ کے دل کے ساتھ دھڑک رہا۔ آج یہ مشہور اور مظلوم کشمیری مسلمان اسی علم کو تھامے فرعون زمانہ کے سامنے سینہ سپر اسلام کی سربلندی اور فتح مندی کے لئے تن من دھن کی بازی لگائے ہوئے ہیں جو حضرت امیر کبیر اور آپ کے خلفاء نے کشمیریوں کو سونپا تھا۔ آج اسی بارگاہ پر نظر لگائے ہم کہہ رہے ہیں۔

قارئین کے خطوط

غلام حسن شگری

۱۔ مسلک حقہ کیلئے ایک معیاری رسالے کی اہمیت و ضرورت کافی عرصے سے محسوس کر رہے تھے۔ وہ آپ لوگوں نے پوری کر کے ہم سب کی خواہش پوری کر دی اور ساتھ ہی معیاری مضامین شائع کر رہے ہیں۔ امید رکھتا ہوں۔ آئندہ بھی ہمیں معیاری مضامین پڑھنے کو ملیں گے۔ دوسری خوشی اس بات کی ہے کہ "نوائے صوفیہ" میں نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن کی تمام خبروں کو شائع کرنے کا موقع دیا جا رہا ہے۔

محمد اسحاق شاکر
ممبر الیکشن کمیشن نوربخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

۲۔ فوج میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ کوئی عالم تو ہوتے نہیں۔ جن سے ہم اپنے دینی مسائل پوچھ لیں۔ ہم اپنے مسائل نوائے صوفیہ کے توسط سے جناب علامہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ امید ہے علامہ صاحب ہمارے سوالوں کے جوابات قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں دیں گے۔

حوالدار غالب سرمیکی
این ایل آئی سنٹر
بونجی گلگت

۳۔ جب سے دم سم میں این وائی ایف کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جہاں ایک انقلاب برپا ہوا ہے۔ این وائی ایف نے اب تک تین اہم کام سرانجام دیئے ہیں۔

۱۔ خانقاہ (جامع مسجد) کی مرمت
۲۔ اسلامی لائبریری کا قیام
۳۔ مدرسہ شاہ سید محمد نوربخش کی تعمیر

ثناء اللہ نواز
ڈپٹی رابطہ سیکرٹری NYF دم سم

۴۔ نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۳ پڑھ کر دل کی ساری تمنائیں پوری ہو گئیں۔ رسالے کے تمام مضامین معیاری تھے۔ خاص کر غازی نعیم صاحب کا لکھا ہوا فرزدق در مدح جناب سید سجاد بہت ہی اچھا لگا۔

غلام مہدی طالب علم
تروپا شگر

۵۔ نوائے صوفیہ کا تیسرا شمارہ دیکھنے کا موقع ملا۔ نوائے صوفیہ کا ہر مضمون اہل نوربخشیہ کے لئے بحر بیکراں ہے۔ گویا یہ رسالہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مانند ہے۔ گو کہ چھوٹا رسالہ ہے مگر مضامین جامع ہیں۔

خادم حسین دلشاد طالب علم
ہائی سکول تھگس

۶۔ رسالہ کا ماہنامہ کی شکل میں ترقی پانے پر تمام کارکنان نوائے صوفیہ کو مبارکباد۔ مستقل خریداری کے لئے مطلوبہ رقم مبلغ 120/- روپے بھیج دی تھی لیکن تین ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک رسالہ نہیں آیا۔ بہر حال نومبر کا شمارہ پڑھا۔ تفکر و تذکر "القرآن" اور حسنو صاحب کا تبصرہ کتب بہت پسند آیا۔ مضمون نگاروں کو مبارک ہو۔

محمد ابراہیم فیضی

اسلام آباد میں یوم شہادت حضرت علی بڑی عقیدت واحترام سے منایا گیا

۲۱ فروری کو جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد میں حضرت علی علیہ السلام کے یوم شہادت کے موقع پر ایک عظیم الشان مجلس کا انعقاد ہوا جس میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی اس موقع پر اخوند محمد ابراہیم ڈینس نے خطاب کرتے ہوئے کہا حضرت علیؑ عالم اسلام کا ایک روشن ستارہ ہیں۔ حضرت علیؑ نے اسلام کو استحکام بخشا۔ آپ نے ظاہری خلافت کو قبول کر کے عالم اسلام کو تباہی سے بچایا آپ میں علم کے ساتھ تقویٰ عزت کے ساتھ سخاوت غرض ہر قسم کے اوصاف موجود تھے علی نفس رسولؐ ہیں کیونکہ جب آپ ہجرت کے لئے تشریف لے گئے تو علیؑ کو بستر پر لٹایا۔ اور جب کفار کے ساتھ مباہلہ ہوا تو حضرت علیؑ کو آنحضرت نے انفسنا میں شامل کیا۔

انہوں نے کہا حضرت علیؑ کی شجاعت اور بہادری مثالی ہے۔ آپ کی تلوار کا ایک ضرب عبادت ثقلین سے بہتر ہے آپ کے نام سے کفار میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ آپ نے آنحضرتؐ کے دست راست کی حیثیت سے دین اسلام کی خدمت کی اور دین اسلام کو استحکام بخشا۔ حضرت علیؑ دنیا کی وہ واحد ہستی ہیں جنہیں بیت اللہ میں پیدا ہونے اور بیت اللہ میں شہید ہونے کا شرف حاصل ہے۔

جی۔ ایچ۔ معروفی

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نور بخشیہ شگر کیاہوں کا اجلاس

انجمن فلاح و بہبود صوفیہ نور بخشیہ شگر کیاہوں کا ایک اجلاس انجمن کے صدر جناب نثار حسین کی زیر صدارت منعقد ہوا جس میں گاؤں کے سرکردگان اور سابقہ مدرس اخوند محمد صاحب کے علاوہ کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ اس موقع پر نگران اعلیٰ اخوند علی نے اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں مذہب حقہ کے خلاف ہونے والی سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہئے ورنہ یہ دیمک کی طرح اسے کھا جائیں گی۔ ہمیں چاہئے کہ ملت نور بخشیہ کی فلاح و بہبود کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

اخوند علی مدرس
سیر واعظ شگر کیاہوں

جلسہ بسلسلہ یوم ولادت حضرت امام محمد مہدیؑ و حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ

مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۹۵ء کو مرکزی خانقاہ معلیٰ خپلو میں یوم ولادت حضرت امام محمد مہدیؑ اور حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ کے سلسلے میں ایک عظیم الشان جلسہ اہالیان خپلو کی طرف سے منعقد کیا گیا۔ جلسے میں شدید سردی اور برف باری کے باوجود لوگوں کی کثیر تعداد نے شرکت کی اور بزرگان دین سے اپنی روحانی محبت کا بھرپور اظہار کیا۔ جلسے کی صدارت ممتاز عالم دین و چیئرمین زکواۃ کمیٹی ضلع گانچھے جناب مفتی محمد عبداللہ نے کی اور مہمان خصوصی جناب فقیر محمد ابراہیم صاحب المعروف بوا فقیر تھے۔ جلسے کا باقاعدہ آغاز قاری غلام رسول کی تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ محمد اسحاق ممبر میونسپل کمیٹی خپلو نے بارگاہ آئمہ معصومینؑ میں گلہائے عقیدت پیش کئے۔ مقررین میں مولانا عبدالرحیم صاحب خپلو خانقاہ، مولوی علی صاحب سرتوپی اور سید محمد شاہ صاحب تھلے شامل تھے۔ وقت کی کمی کی وجہ سے مولانا غلام حسن سہروردی صاحب سمیت کئی علمائے کرام خطاب نہ کر سکے۔ آخر میں مہمان خصوصی اور صدر جلسہ نے اپنے خطابات میں عوام اور علمائے کرام پر زور دیا کہ آج وقت کا تقاضا ہے کہ ہم حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے قوم کے اندر اتحاد اور اتفاق پیدا کریں۔ جلسے کے آخر میں کشمیر، بوسنیا اور فلسطین کے مسلمانوں سے بھرپور اظہار یکجہتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے مقبوضہ علاقوں کی آزادی کے لئے خصوصی دعائیں مانگی گئی۔ اس کے بعد منتظمین جلسہ کی طرف سے تمام شرکائے جلسہ میں تبرک تقسیم کیا گیا۔

عبدالرحیم حیدری
تبلیغ سیکرٹری

عید الفطر پورے مذہبی جوش و جذبہ کے ساتھ منائی گئی

جمعہ ۳ مارچ ۱۹۹۵ء کو عید الفطر مذہبی جوش و خروش سے منائی گئی۔اس موقع پر ملک کے تمام بڑی مساجد اور خانقاہوں میں نماز عید کے بڑے اجتماعات ہوئے۔جن میں عالم اسلام کی سربلندی اور اتحاد بین المسلمین کے لئے دعا مانگی گئی۔اسلام آباد میں اہل تصوف کا بڑا اجتماع جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد میں اور راولپنڈی میں جامع مسجد نور بخشیہ امر پورہ میں ہوا جہاں گزشتہ سالوں کی نسبت بڑی تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔جامع مسجد صوفیہ نور بخشیہ اسلام آباد کے خطیب علامہ محمد بشیر نے عالم اسلام کو درپیش مسائل کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ یہ مسائل خود لوگوں کے پیدا کردہ ہیں۔آج کا مسلمان گروہ بندی فرقہ پرستی اور مفاد پرستی کے گرداب میں پھنس کر رہ گیا ہے اس کی اصل وجہ تنگ نظری کے سوا کچھ نہیں انہوں نے کہا اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اس میں تمام مسائل کا حل موجود ہے۔لیکن افسوس ہے کہ لوگ اسلام کے بجائے فرقہ پرستی کے لئے کام کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا ہمیں گروہ بندی اور فرقہ پرستی سے بالاتر ہو کر دین اسلام کے لئے کام کرنا چاہئے۔اس میں ہی فلاح دارین ہے۔

جی۔ایچ۔معروفی

یوم ولادت حضرت علیؑ اور امیر کبیر سید علی ہمدانیؒ پر جلسہ

تحریک اتحاد نور بخشیہ شگر کراچی زون کے زیر اہتمام یوم ولادت حضرت علیؑ اور شاہ ہمدان کے سلسلے میں ایک اہم جلسہ مرکزی دفتر محمود آباد کراچی میں منعقد ہوا جس کے مہمان خصوصی جناب اخوند عبداللہ ہور جیس تھے اور صدارت جناب سید حسن شاہ صاحب نے کی اس جلسہ میں مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے لوگوں نے شرکت کی۔مقررین نے حضرت علیؑ اور علی ثانی حضرت شاہ ہمدانؒ کی اسلامی خدمات پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور عوام پر زور دیا کہ وہ حضرت علیؑ اور امیر کبیر سید علی ہمدانی کی تعلیمات کو اپنا شعار بنائیں۔یہی فلاح دارین کا ذریعہ ہے۔آخر میں اتحاد بین المسلمین اور عالم اسلام کی سربلندی کے لئے دعاؤں کے ساتھ جلسہ کا اختتام ہوا۔

جعفر علی شگری
نائب صدر تحریک اتحاد نور بخشیہ شگر کراچی

تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نور بخشیہ سرمک کراچی یونٹ کے سالانہ انتخابات

منتخب اراکین کے نام

۱۔نگران اعلیٰ نثار حسین
۲۔صدر محمد حسن دلشاد
۳۔نائب صدر منظور حسین عظیمی
۴۔جنرل سیکرٹری گلزار حسین
۵۔ڈپٹی جنرل سیکرٹری باقر حسین آرزو
۶۔جوائنٹ سیکرٹری غلام رسول ثاقب
۷۔پریس سیکرٹری غلام رضا شاہین
۸۔رابطہ سیکرٹری رستم علی زمان

حلف برادری کی تقریب

۱۹ دسمبر ۱۹۹۴ء کو سرمیکی ہاؤس میں نو منتخب کابینہ کی حلف برداری کی تقریب منعقد ہوئی۔تقریب میں عوام کی ایک بڑی تعداد نے شرکت کی۔تقریب کی صدارت ممتاز سماجی رہنما محمد ابراہیم صاحب نے کی جبکہ تنظیم فلاح و بہبود نوجوانان صوفیہ نور بخشیہ سرمیک کے سابق مرکزی نگران اعلیٰ جناب بابو علی اس موقع پر مہمان خصوصی تھے۔

انہوں نے یونٹ کی گزشتہ کارکردگی کی تعریف کی اور کارکنوں کے جذبہ ایمان کو خراج تحسین پیش کیا اور توقع ظاہر کی کہ کراچی یونٹ علاقے کے فلاح و بہبود اور مذہب حقہ نور بخشیہ کی ترقی و ترویج کے لئے اپنی حکمت عملی کو جاری رکھیں گے۔

این وائی ایف ہوشے کے سالانہ انتخابات

۲ جنوری ۱۹۹۵ء کو نور بخشت یوتھ فیڈریشن پاکستان ہوشے یونٹ کے سالانہ انتخابات ہوئے جن میں متفقہ طور پر درج ذیل عہدیداروں کو سال ۱۹۹۵ء کے لئے منتخب کیا گیا۔

۱۔ صدر غلام حسین تبسم

۲۔ سینئر نائب صدر محمود حسن

۳۔ نائب صدر عبدالکریم

۴۔ جنرل سیکرٹری ابراہم خلیل

۵۔ چیف آرگنائزر نثار حسین غازی

۶۔ نشرواشاعت سیکرٹری ذوالفقار علی

۷۔ فنانس سیکرٹری علی حسن اول

۸۔ آفس سیکرٹری شیر علی

۹۔ جوائنٹ سیکرٹری علی حسن دوم

۱۰۔ ڈپٹی جنرل سیکرٹری محمد مہدی

۱۱۔ ڈپٹی نشرواشاعت سیکرٹری سید انور علی

۱۲۔ ڈپٹی فنانس سیکرٹری ممتاز علی عاشق

۱۳۔ ڈپٹی آفس سیکرٹری غلام عباس پروانہ

بعد میں عہدیداروں نے اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ وہ مسلک حقہ کی تعمیر و ترقی اور این وائی ایف کو مزید فعال اور مستحکم بنانے میں اہم کردار ادا کریں گے۔ آخر میں صدر یونٹ غلام حسین تبسم نے بلامقابلہ صدر منتخب کرنے پر اراکین این وائی ایف کا شکریہ ادا کیا۔ اسی روز حلف برداری کی تقریب بھی منعقد ہوئی۔ مہمان خصوصی محمد اسلم خان نے حلف لیا اور صدر یونٹ ہذا نے باقی عہدیداروں سے حلف لیا۔

صدر این وائی ایف
ہوشے یونٹ

بقیہ نفس مطمئنہ

مشکل راہ ہوتی ہے۔ لیکن ہم اپنے اسلاف کے کارناموں پر فخر تو کرتے ہیں لیکن انہیں اپنانا تو درکنار بلکہ انہیں اپنے لئے شجر ممنوعہ سمجھتے ہیں۔ جب کوئی قوم اپنا رابطہ سلف صالحین سے منقطع کرتی ہے تو وہ حال کے ریگزاروں میں بھٹکتی رہتی ہے اور سالہا سال تک راہ راست پر نہیں آتی بقول حضرت علامہ اقبال

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

بعد مشکل کوئی صاحب فکر و نظر پیدا ہوتا ہے تو مفاد پرست عناصر مخالفت کے مورچے میں بیٹھ کر اندھا دھند الزامات کی فائرنگ شروع کرتے ہیں۔ جبکہ عقل و دانش والے ان کے سرچشمہ فیض سے مستفید ہو کر حصول رضائے الہی اور تزکیہ نفس میں مصروف ہوتے ہیں۔ اس طرح نفس مطمئنہ والے خدائے بزرگ و برتر کے علاوہ ہر شے کو چھوڑ کر خود کو فنا کر دیتے ہیں اور اس مقام پر انوار خداوندی سے آگاہی ہونے لگتی ہے اور اس کا دل ذکر الہی کا مرکز بن جاتا ہے۔

علاج نفس

حضرت جنید بغدادی سے کسی نے سوال کیا کہ نفس کا علاج کیا ہے؟ آپ نے جواب دیا نفس کی مخالفت اس کا واحد علاج ہے۔

نفس مطمئنہ کا خطاب

اطمینان والے نفس کو چار موقعوں پر یایھا النفس المطمئنہ کا پر مسرت خطاب ملے گا۔

۱۔ سب سے پہلے اس وقت اطمینان والے نفس کو یہ پر مسرت خطاب ملے گا جب کل نفس ذائقۃ الموت کی حقیقت سامنے آئے گی۔

۲۔ جب نفخ فی الصور فاذاھم من الاجداث الی ربھم ینسلون (اور صور پھونکا جائے گا تو وہ فوراً اپنی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑے چلے آویں گے) کی عملی صورت سامنے آئے گی تو نفس مطمئنہ کو جنت کی بشارت ملے گی۔

۳۔ جب والسماء رفعھا و وضع المیزان (اور آسمان کو اس نے بلند کیا اور ترازو قائم کیا) کے مطابق میدان حشر میں میزان کے سامنے پہنچے گا تو اطمینان والا نفس پھر وہی جان فزا آواز سنے گا۔

۴۔ اور جب و ینقلب الی اھلہ مسرورا (اور وہ اپنے لوگوں کی طرف خوش خوش پلٹے گا) یعنی جنت کی طرف روانہ ہوگا تو پھر وہی پر مسرت ندا سنائی دے گی یعنی وادخلی جنتی

(جاری ہے)

قارئین کے خطوط

غلام حسن شگری

۱۔ مسلک حقہ کیلئے ایک معیاری رسالے کی اہمیت و ضرورت کافی عرصے سے محسوس کر رہے تھے۔ وہ آپ لوگوں نے پوری کر کے ہم سب کی خواہش پوری کر دی اور ساتھ ہی معیاری مضامین شائع کر رہے ہیں۔ امید رکھتا ہوں ۔ آئندہ بھی ہمیں معیاری مضامین پڑھنے کو ملیں گے۔ دوسری خوشی اس بات کی ہے کہ "نوائے صوفیہ" میں نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن کی تمام خبروں کو شائع کرنے کا موقع دیا جارہا ہے۔

محمد اسحاق شاکر
ممبر الیکشن کمیشن نور بخشیہ یوتھ فیڈریشن پاکستان

۲۔ فوج میں رہتے ہوئے ہمارے ساتھ کوئی عالم تو ہوتے نہیں۔ جن سے ہم اپنے دینی مسائل پوچھ لیں۔ ہم اپنے مسائل نوائے صوفیہ کے توسط سے جناب علامہ صاحب سے پوچھتے ہیں۔ امید ہے علامہ صاحب ہمارے سوالوں کے جوابات قرآن و سنت اور فقہ کی روشنی میں دیں گے۔

حوالدار غالب سرنگی
این ایل آئی سنٹر
بونجی گلگت

۳۔ جب سے دم سم میں این وائی ایف کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جہاں ایک انقلاب برپا ہوا ہے۔ این وائی ایف نے اب تک تین اہم کام سرانجام دیئے ہیں۔

۱۔ خانقاہ (جامع مسجد) کی مرمت
۲۔ اسلامی لائبریری کا قیام
۳۔ مدرسہ شاہ سید محمد نور بخش کی تعمیر

شناء اللہ نواز
ڈپٹی رابطہ سیکرٹری NYF دم سم

۴۔ نوائے صوفیہ شمارہ نمبر ۳ پڑھ کر دل کی ساری تمنائیں پوری ہو گئیں ۔ رسالے کے تمام مضامین معیاری تھے ۔ خاص کر غازی نعیم صاحب کا لکھا ہوا فرزدق در مدح جناب سید سجاد بہت ہی اچھا لگا۔

غلام مہدی طالب علم
ترو پا شگر

۵۔ نوائے صوفیہ کا تیسرا شمارہ دیکھنے کا موقع ملا۔ نوائے صوفیہ کا ہر مضمون اہل نور بخشیہ کے لئے بحر بیکراں ہے۔ گویا یہ رسالہ دریا کو کوزے میں بند کرنے کے مانند ہے۔ گو کہ چھوٹا رسالہ ہے مگر مضامین جامع ہیں۔

خادم حسین دلشاد طالب علم
ہائی سکول تھگس

۶۔ رسالہ کا ماہنامہ کی شکل میں ترقی پانے پر تمام کارکنان نوائے صوفیہ کو مبارکباد۔ مستقل خریداری کے لئے مطلوبہ رقم مبلغ ۔/120 روپے بھیج دی تھی لیکن تین ماہ گزرنے کے باوجود ابھی تک رسالہ نہیں آیا۔ بہرحال نومبر کا شمارہ پڑھا۔ "تفکر و تذکر القرآن" اور حسنو صاحب کا تبصرہ کتب بہت پسند آیا۔ مضمون نگاروں کو مبارک ہو۔

محمد ابراہیم فیضی

۷۔ مولانا حسن علی صاحب کے توسط سے نوائے صوفیہ پڑھنے کو ملا۔ بڑا لطف آیا۔ مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ درج ذیل پتہ پر رسالہ ارسال کریں۔ رسالہ ملنے پر ہدیہ ارسال کر دوں گا۔

غلام حسین عزیزی محلہ ترکری سرمو

۸۔ آج جہاں سائنس کی اقدار رواج پا رہی ہیں۔ وہاں نوائے صوفیہ کی وجہ سے نوجوانوں میں مذہب ادب اور ثقافت سے دلچسپی بھی عود کر آئی ہے۔ ہر قسم کے مذہبی موضوعات جن کی قدریں مشترک ہیں اس رسالہ میں موجود ہیں۔ میں مذہب حقہ کی اشاعتی ضرورتوں کو پورا کرنے کے سلسلے میں نوائے صوفیہ کی کاوشوں کو سلام پیش کرتا ہے۔

ممتاز حسین سینوی
طالب علم ڈگری کالج سکردو

۹۔ بندہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہے۔ مسلک وملت کے احیاء کے لئے نشر واشاعت کا سلسلہ انتہائی ضروری ہے۔ مسلک نور بخشیہ کا واحد ترجمان نوائے صوفیہ کی اشاعت سے لوگوں کے حوصلے بلند ہوئے ہیں۔

حیدری کریس یلغب

۱۰۔ رسالہ نوائے صوفیہ کا پرانا قاری ہوں۔ لیکن پہلی بار آپ کی مجلس میں حاضر ہونے کی جسارت کر رہا ہوں۔ میری دعا ہے کہ اللہ آپ لوگوں کی ادبی خدمت کو چار چاند لگائے۔ اور اس کی رونق میں مزید اضافہ ہو۔ آمین

جعفر علی جعفری
مقیم کراچی

۱۱۔ یہ رسالہ اہل نور بخشیہ کی امنگوں کا ترجمان ہے۔ مذہب حقہ میں ابو العرفان علامہ بشیر صاحب جیسے مستند عالم دین بھی موجود ہیں۔ جو لوگوں کے دینی مسائل اس رسالے کے ذریعے حل کرتے ہیں۔ مگر افسوس دوسرے علمائے کرام اس کار خیر میں اتنی دلچسپی نہیں لے رہے ہیں۔ میری گزارش ہے کہ علمائے کرام نوائے صوفیہ میں زیادہ سے زیادہ مضامین شائع کرنے کے لئے بھیجیں۔

سلمان علی ساقی کونیسی

۱۲۔ تیسرا شمارہ پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ شمارے کے مضامین قابل تعریف اور باعث تسکین تھے۔ یہ ملت نور بخشیہ کے لئے علم کا روشن چراغ اور راہ راست دکھانے کا واحد ذریعہ ہے۔ جس سے ملت نور بخشیہ کے پیروکار آسانی سے دینی مسائل سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔ اس معیاری رسالے کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ مجھے رسالہ باقاعدگی سے بھیجتے رہیں۔

احسان علی دانش
ہائی سکول چھورکاہ شگر

۱۳۔ ماہنامہ نوائے صوفیہ پڑھنے کا اتفاق ہوا۔ ہر مضمون معیاری تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ بار بار پڑھوں۔ میری طرف سے گزارش ہے کہ میرے نام ہر ماہ رسالہ ارسال کریں۔

ریاض حسین سرموی

۱۴۔ علاقہ کندوس میں شاہ سیدؒ کو ماننے والے کم تعداد میں ہیں۔ حق تو یہ تھا کہ قلیل تعداد میں ہونے کی وجہ سے ہماری حوصلہ افزائی کرتے۔ مگر آپ تو ہمارے خطوط نظر انداز کر رہے ہیں۔ پھر بھی ہم نوائے صوفیہ کے مطالعہ کے شوقین ہیں اور رہیں گے۔

محمد اسحاق شاکر
کندوس ہلت

۱۵۔ میں رسالے کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں۔ فروری سے باقاعدگی کے ساتھ میرے پتے پر رسالہ ارسال کریں۔

غلام رسول سینوی
این۔ ایل۔ آئی۔ بٹالین

۱۶- میں اٹھارہ انیس سال سے یہاں امامت کے فرائض انجام دے رہا ہوں۔ پہلے مذہب کے اندر نشر و اشاعت کا بندوبست نہ ہونے کی وجہ سے لوگ اسے خالصہ سرکار سمجھتے تھے۔ لیکن اب نوائے صوفیہ کے منظر عام پر آنے اور دین کی از سر نو تبلیغ کی وجہ سے لوگ تصوف کی طرف دوبارہ جوق در جوق واپس آ رہے ہیں۔

حاجی اخوند باقر
پیش امام ہور چیش شگر

۱۷- رسالہ نوائے صوفیہ کے ذریعے مبلغ اسلام شیخ المشائخ استاد العلماء سید السادات حضرت امیر کبیر سید علی ہمدانی المعروف شاہ ہمدانؒ اور غوث المتاخرین سید العارفین حضرت شاہ سید محمد نور بخشؒ کی تعلیمات منظر عام پر آ رہی ہیں۔ آپ لوگوں سے گزارش ہے کہ انکی دینی، روحانی اور علمی خدمات کے اعتراف میں جو جو مقالات آج تک پیش کئے جا چکے ہیں۔ انہیں بھی کتابی شکل دے کر عام کرنے کا اہتمام کریں۔

محمد اشرف
ایسوسی ایٹ انجینئر سکردو

۱۸- میں بھی مسلک صوفیہ نوربخشیہ کے دعویداروں میں سے ایک ہوں۔ رسالہ نوائے صوفیہ کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتا ہوں۔ یہ لب کشائی بے جا نہ ہوگی کہ بلتستان اور پوری دنیا میں مسلک نوربخشیہ کو عروج دوام بخشنے میں اس رسالے کا بنیادی کردار ہے۔ یہی وجہ ہے آج حضرت امیر کبیرؒ کا عظیم مشن پھر دنیا والوں پر واضح ہو رہا ہے۔ نوربخشی علماء، زعماء، مفکرین، مدبرین، شعراء اور طلباء حضرات سے میری یہ پرزور گزارش ہے کہ خدا کے لئے آپس کے معمولی اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کو نظر انداز کر کے یک جان و دو قالب ہو کر شریعت محمدیؐ کی اشاعت کے اس کار خیر میں شریک ہوں۔

جعفر علی شگری نائب صدر
تحریک اتحاد نوربخشیہ شگر کراچی

۱۹- یہ رسالہ پورے عالم میں مشہور ہوتا جا رہا ہے۔ یہ اہل نوربخشیہ کے لئے فخر کا مقام اور شکر گزاری کا لمحہ ہے۔ میں بحیثیت ایک نوربخشی کے تمام اہل ذوق حضرات سے اپیل کرتا ہوں کہ وہ نوائے صوفیہ کے ساتھ مالی تعاون فرما کر اسے روزنامہ بنانے کی کوشش کریں۔

غلام محمد غالب کھرکوی

۲۰- رسالہ کو ماہنامہ بنانے سے اس کی اہمیت اور افادیت روز بروز بڑھتی جا رہی ہے۔ ہمارے لئے ضروری ہے کہ تقاضائے وقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کی اشاعت کا اہتمام جاری رکھیں۔ اس سلسلے میں "دنیائے سائنس" کے صفحات قابل داد ہیں۔ ہمارے دھڑکتے دلوں کی یہی دعا ہے کہ خدا آپ لوگوں کو مزید مذہب حقہ کی خدمت بجالانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ایم۔بی۔بی۔ایس سکردو بلتستان

۲۱- رسالہ نوائے صوفیہ کے مضامین ماشاء اللہ معیاری اور موجودہ دور کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہیں۔ اور مزید جدت اختیار کر گئے ہیں۔ اب مضامین کی پسند و ناپسند مسئلہ نہیں رہا۔ میں بحیثیت پرانا قاری اور مستقل خریدار رسالے میں موجود ایک کمی کی نشاندہی کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ بعض مضامین اور مضمون نگاروں کے نام انڈکس میں شامل ہونے سے رہ جاتے ہیں۔ اس کی کا ازالہ کریں تو مہربانی ہوگی تاکہ رسالے کے وقار میں مزید اضافہ ہو۔

ابوذر علی غفاری کوروی
خازن الندوۃ الاسلامیہ صوفیہ نوربخشیہ کراچی یونٹ

۲۲- ناچیز "نوائے صوفیہ" کا پرانا قاری ہے لیکن اس بزم میں پہلی بار شرکت کی جسارت کر رہا ہے۔ اس سے بیشتر لوکل خریداروں کی صف میں شامل تھا لیکن اب مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں تاکہ محرومی کی عزیمت سے چھٹکارا مل سکے۔ رسالہ کی بڑھتی ہوئی مقبولیت ادارہ نوائے صوفیہ کی بے لوث خدمت کا نتیجہ ہے۔

غلام محمد بسمل ہرگونی
منگھوپیر کراچی

۲۳ - معروفی صاحب رسالہ نوائے صوفیہ کی صرف پانچ عدد کاپیاں موصول ہوئیں۔ جو آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں ہے۔ آئندہ کم از کم دس عدد کاپیاں ارسال فرمائیں۔ تو کرم نوازی ہوگی۔

علاوہ ازیں چند حضرات نے جس میں ناخواندہ نوجوان بھی شامل ہیں۔ مستقل خریدار بننے کی خواہش ظاہر کی ہے۔ رواں مہینے کے اختتام کے بعد رقم جمع کر کے ارسال کر دوں گا۔ یہاں ہر خاص و عام کو رسالے کا شدت سے انتظار رہتا ہے اور ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جانا ادارہ نوائے صوفیہ کی محنت کا ثمر اور جریدے کی کامیابی کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

محمد موسیٰ راج
منگھوپیر کراچی

۲۴ - مجھے نوائے صوفیہ پڑھنے کا بہت شوق ہے۔ پہلے میں نوائے صوفیہ بازار سے خرید کر پڑھتا تھا اب میں بذریعہ ڈاک حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ براہ مہربانی اس مہینے سے میرے نام بھی نوائے صوفیہ بذریعہ ڈاک بھیج دیں۔

سالانہ چندہ بھیج رہا ہوں۔

طالب علم زاہد حسن گھر بونگ خپلو

۲۵ - شمارہ نمبر ۴ موصول ہوا جس میں ہر مضمون قابل تعریف اور بہت عمدہ تھا۔ خاص کر "مجموعہ شریعت محمدیہ" قابل تحسین ہے۔ نوائے صوفیہ میں ایسے ہی مضمون کی ضرورت ہے جس سے ہر ایک کو شرعی مسائل کا علم ہو جائے۔

محمد عبداللہ گلشن کبیری

۲۶ - مجھے پہلی بار نوائے صوفیہ شروع سے آخر تک پڑھنے کا موقع ملا انتہائی دلچسپ و معیاری مضامین پڑھنے کو ملے۔ تصوف سے لگاؤ رکھنے والے اہل ذوق کے لئے بہترین موقع ہے۔ میں بھی ماہنامہ نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار بننا چاہتا ہوں لہٰذا مجھے بھی رسالہ بھیجا کریں۔

غلام رسول
سرمو ترکری

۲۷ - نوائے صوفیہ کو ماہنامہ بنانے پر تمام اراکین خصوصاً علامہ بشیر صاحب کو تہہ دل سے مبارک پیش کرتا ہوں۔ یہ رسالہ نوربخشی عوام کے لئے ایک امید کی کرن ہے اور یہ رسالہ قارئین کے لئے معلومات کا خزانہ اور تعلیم یافتہ حضرات کی نگارشات اور مضامین شائع کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

طالب علم محمد اسلم، اعجاز حسین
منڈوقپہ، خپلو سرگیب

۲۸ - میں نوائے صوفیہ کا مستقل خریدار تو نہیں ہوں۔ مگر دوستوں سے لا کر کوئی شمارہ بھی پڑھے بغیر نہیں چھوڑتا ہوں مضامین معیاری اور دلچسپ ہیں۔ جنہیں پڑھ کر دلی طور پر بہت خوشی محسوس ہوتی ہے۔ ماہنامہ بنانے پر نوائے صوفیہ کے تمام کارکنوں کو مبارکباد پیش کرتا ہوں۔

طالب حسین پریشان
محکمہ تعلیم خپلو

۲۹ - نوائے صوفیہ نوربخشیوں کا ایک جامع اور معلوماتی دینی رسالہ ہونے کی وجہ سے ہم عرصہ دراز سے اسے پڑھتے آ رہے ہیں۔ لیکن آج بفضل تعالیٰ ہماری انجمن اس رسالے کی مستقل خریدار بننا چاہتی ہے۔ امید ہے ہماری درخواست قبول کرتے ہوئے ہر ماہ "نوائے صوفیہ" ہمارے مرکزی آفس کراچی کے پتے پر ارسال فرمائیں گے۔

انجمن محافظ اہلیان یوچنگ
کراچی

بقیہ حسنین سے محبت

آپ ان کے دونوں ہاتھوں کو پکڑے ہوئے فرمایا اے حسین تو
میرے سینے پر کود چنانچہ امام حسین آپ کے سینہ مبارک پر
کودنے لگے۔ اس کے بعد حضورؐ نے امام حسین کا منہ چوم کر بارگاہ
میں عرض کی اے میرے پالنے والے میں اسے بے حد چاہتا ہوں
تو بھی اسے محبوب رکھ۔

سرور کائنات نے امام حسینؑ کے بارے میں ارشاد فرمایا
ہے کہ اے دنیا والو بس مختصر یہ سمجھ لو کہ "حسین منی وانا من
الحسین" حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔ خدا اسے
دوست رکھے جو حسینؑ کو دوست رکھے۔
(مطالب اسول، صواعق محرقہ، نورالارما، صحیح ترمزی)

پیغمبر اسلام کی یہ حدیث مسلمات اور متواترات سے
ہے کہ "الحسن والحسین سید الشباب اھل الجنۃ وابو ھما خیر منھما"
حسنؑ و حسینؑ جوانان جنت کے سردار ہیں اور ان کے پدر
بزرگوار ان دونوں سے بہتر ہیں۔
(ابن ماجہ)

بقیہ مالک یوم الدین

۳۔ رعایا ملک (بادشاہ) سے ہر چیز نہیں مانگ سکتی بلکہ اپنا انتظام
خود کرتی ہے جبکہ غلام اور مملوک ہر چیز اپنے مالک سے مانگتا ہے
اور بندہ بھی ہر چیز اللہ سے مانگتا ہے لہذا مالک زیادہ مناسب ہے
تفسیر در منثور نے دونوں قراتوں کے حق میں بہت سی احادیث
نقل کی ہیں مگر زیادہ اور معتبر احادیث مالک کے بارے میں ہیں
اور مالک کے پڑھنے کو ترجیح دی ہے۔ چنانچہ بطور حوالہ ایک
حدیث پیش کی جاتی ہے۔

آخرج الطبرانی فی معجمہ الکبیر عن ابن مسعودؓ انہ قرا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مالک یوم الدین طبرانی معجم کبیر میں
ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے مالک یوم
الدین پڑھا ابن عباسؓ اور ابن مسعودؓ کی قرات میں بھی مالک آیا
ہے۔

مفسرین کثیر لکھتے ہیں کہ دونوں قراتیں قرات سبعہ
(سات قرات) میں صحیح اور متواتر ہیں۔ (جاری ہے)

بقیہ تعریف روح اسلام

اللہ" اختیار کر لیا تھا۔ مجاہدہ نفس کے لحاظ سے حضور اکرمؐ کے
وقت میں بہترین صوفی تھے۔ حضورؐ کے بعد صحابہ میں حضرت علیؑ
کو خصوصی مقام حاصل ہے۔ تقویٰ و بزرگی کے لحاظ سے اور طریقہ
تصوف کے لحاظ سے آپؑ کو آدم الاولیا و اصفیاء کے نام سے یاد
کرتے ہیں۔ صحابہ کرام کے بعد تابعین بھی اس راہ تصوف پر
گامزن رہے۔ جن کا مدعا اتباع رسول اللہؐ اور مقصود دیدار الہی
تھا ان کے بعد تبع تابعین بھی اسی زمرہ میں داخل ہیں۔

تحریک تصوف!

البتہ تصوف نے جب باقاعدہ تحریک کی شکل اختیار کر لی
وہ زمانہ حضور اکرمؐ کے دور سے تقریباً دو صدی بعد کا ہے۔ امام
قشیریؒ احمد کی تحقیق کے مطابق لفظ صوفی دو ہجری سے کچھ پہلے
مشہور ہوا۔ رسول اللہؐ کی رحلت کے بعد جس لقب سے اس زمانہ
کے افاضل یاد کئے جاتے تھے وہ "صحابہ کرامؓ" تھا۔ ان کو کسی اور
دوسرے لقب کی ضرورت نہ تھی کیونکہ اس زمانے میں صحابیت
سے بہتر کوئی فضیلت نہ تھی جن بزرگوں نے صحابہ کرام کی
صحبت اختیار کی تھی انہوں نے اپنے زمانہ میں تابعین کے لقب
سے شہرت پائی۔ تابعین کے فیض یافتہ حضرات کو اپنے زمانہ
میں تبع تابعین کے ممتاز لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ اس کے بعد
زمانے کا رنگ بدلا اور لوگوں کے احوال و مراتب میں نمایاں
فرق پیدا ہونے لگا۔ جن خوش بختوں کی توجہ دینی امور کی جانب
زیادہ تھی ان کو زہاد و عباد کے ناموں سے یاد کیا گیا۔ کچھ ہی عرصہ
بعد بدعات کا ظہور ہونے لگا اور ہر فرقے نے اپنے زہد کا دعویٰ
شروع کیا۔ زمانے کا یہ رنگ دیکھ کر خواص صوفیہ نے جو اپنے
قلوب کو حق تعالیٰ کی یاد و ذکر سے غافل نہیں ہونے دیتے تھے۔ اور
جو اپنے نفوس کو خشیت الہی سے مغلوب رکھتے تھے۔ ابنائے زمانہ
سے علیحدگی اختیار کر لی اور ان ہی کو صوفیہ کے مبارک لقب
سے یاد کیا جانے لگا۔ اس تحقیق کے مطابق مرزا مقبول بیگ
ادب نامہ ایران میں رقم طراز ہیں کہ
تابع در تابعین کے بعد اسلامی عقائد میں فرق آنے لگا۔
لیکن اس وقت بھی ایسے مسلمان موجود تھے جو اسلامی عقائد کے
پر جوش مبلغ تھے اور جگہ جگہ ان عقائد کی اشاعت کرتے تھے اور
مبلغین اسلام "صوفی" کہلاتے تھے۔

چہرہ نما

مضمون نگاروں کا تعارف

۱- ابوالعرفان علامہ محمد بشیر
فاضل عربی، فاضل وفاق المدارس عربیہ پاکستان
A-358 سیکٹر 1-1/6-G ، اسلام آباد

۲- غلام حسن نوربخشی
فاضل عربی - ایم اے
مدرس ہائی سکول خپلو
ضلع گانچھے بلتستان

۳- مولوی عبدالحمید
فاضل عربی - بی اے
مدرس مڈل سکول خپلو بالا بلتستان

۴- محمد یونس سیٹھی وفا
سابق سربراہ وزارت اطلاعات و نشریات
مکان نمبر 2 ، سٹریٹ نمبر 7 ، G-7/4
اسلام آباد

۷- ڈاکٹر محمد حسین تسبیحی رہا
ادارہ تحقیقات فارسی
اسلام آباد

۸- علی احمد قمر پریزنٹیشن چیف،
پاکستان ٹیلی وژن کارپوریشن
اسلام آباد

۱- مولانا عبدالرحیم کرخی
مدرس خپلو

۲- پروفیسر صاحبزادہ
حسن شاہ سابق رجسٹرار
قائداعظم یونیورسٹی
اسلام آباد

۳- پروفیسر ڈاکٹر محمد ریاض
قائداعظم یونیورسٹی
اسلام آباد

۴- صوبیدار محمد اسماعیل سرمیکی
NLI - C/O FPU - 17

۵- ملا جان محمد، ناظم اعلیٰ
جامعہ شاہ ہمدان
سرمیک بلتستان

۶- غلام حسین معروفی، بی اے
بانی رکن نوائے صوفیہ
مکان نمبر 14/7 ، سیکٹر 1/8-I
اسلام آباد

۷- غلام حسن شگری
فلیٹ نمبر 4 ، بلاک B-1 ، گلی نمبر 8
سیکٹر 1/8 - I ، اسلام آباد